فون نمبر ۴۹

REGD. No. L. 5254

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۱۵/۵۰ | ۱۸ صلح ۱۳۴۰ ہش | ۱۸ جنوری ۱۹۶۱ء | نمبر ۱۵

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اطال اللہ بقاءہ کی صحت کے متعلق تازہ اطلاع

ربوہ ۱۷ جنوری بوقت ۹ بجے صبح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی طبیعت اللہ تعالےٰ کے فضل سے نسبتاً اچھی ہے۔

احباب جماعت خاص توجہ اور التزام کے ساتھ حضور کی صحت کاملہ و عاجلہ اور درازیٔ عمر کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

تمام عالمی مسائل پُرامن طور پر حل کئے جائیں اور نوآبادیاتی نظام ختم کر دیا جائے

صدر ایوب اور مارشل ٹیٹو کی سہ روزہ بات چیت کے بعد مشترکہ اعلان

بلغراد ۱۷ جنوری۔ یوگوسلاویہ کے صدر مارشل ٹیٹو اور صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے ایک مشترکہ اعلان میں تمام بین الاقوامی جھگڑے پُرامن طور پر حل کرنے، اسلحہ میں عام اور منظم کمی اور نوآبادیاتی نظام ہر شکل میں ختم کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ اس امر کا اظہار پاکستان اور یوگوسلاویہ کے صدروں کی تین روزہ بات چیت کے اختتام پر ایک مشترکہ اعلان میں کیا گیا ہے۔ مشترکہ اعلان میں کہا گیا [illegible] اقتصادی لحاظ سے پسماندہ ہیں۔ ان کی ترقی کے لئے ترقی یافتہ ملکوں کو پُر زور کوشش کرنی چاہیئے۔ اعلان کے مطابق صدر ایوب اور صدر ٹیٹو نے دونوں ملکوں کے تعلقات اور اہم بین الاقوامی معاملات پر آزادی اور بے تکلفی کے ساتھ بات چیت کی۔ دونوں لیڈروں کو یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ پاکستان اور یوگوسلاویہ کے تعلقات خصوصاً اقتصادی اور ثقافتی میدانوں میں بڑھ رہے ہیں۔

ایٹمی ری ایکٹر تین سال میں قائم ہو گا

پروفیسر ڈاکٹر عبد السلام صاحب کا بیان

لاہور ۱۷ جنوری۔ مشہور پاکستانی سائینسدان اور امپیریل کالج آف سائینسز کے پروفیسر ڈاکٹر عبد السلام نے یہاں بتایا ہے کہ آئندہ تین سال میں پاکستان میں پچاس لاکھ واٹ کا ایٹمی ری ایکٹر قائم کرنے کے منصوبہ پر غور کیا جا رہا ہے۔ ڈاکٹر عبد السلام ایک دعوت استقبالیہ میں اخباری نمائندوں سے بات چیت کر رہے تھے۔ یہ دعوت ویسٹ پاکستان انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن کے ڈائریکٹروں کی طرف سے پروفیسر سلام کے اعزاز میں دی گئی تھی۔ ممتاز پاکستانی سائینسدان نے بتایا کہ مجوزہ ری ایکٹر راولپنڈی میں قائم کیا جائے گا اور اس پر چار کروڑ روپے کی لاگت آئے گی۔ ڈاکٹر عبد السلام نے بتایا کہ ری ایکٹر کے قیام سے نہ صرف طلبہ کو علمی تربیت کی سہولتیں حاصل ہو جائیں گی بلکہ پانی کا درجہ حرارت بڑھانے میں بھی مدد ملے گی۔

لبنان نے اسرائیل کی سرحد بند کر دی

بیروت ۱۷ جنوری۔ لبنان کے وزیر اعظم نے اعلان کیا ہے کہ اسرائیل اور لبنان کے درمیان سرحد مکمل طور پر بند کر دی گئی ہے۔ اب سفارتی نمائندوں کو بھی سرحد عبور کرنے کی اجازت نہیں ہو گی۔ اس سے پہلے سفارتی نمائندے خاص اجازت نامہ کے تحت سرحد عبور کر سکتے تھے۔

جامعہ احمدیہ میں ایک علمی لیکچر

ربوہ ۱۷ جنوری۔ کل مورخہ ۱۸ جنوری بروز بدھ انشاء اللہ العزیز مکرم قریشی محمد اسد اللہ صاحب فاضل ریویو بزم الجمعیۃ العلمیہ جامعہ احمدیہ کے اجلاس میں ٹھیک ۲ بجکر ۲۰ منٹ پر "قدیم کشمیر میں عیسائی مذہب" کے عنوان پر تقریر فرمائیں گے۔ احباب زیادہ سے زیادہ تعداد میں شمولیت فرما کر مستفید ہوں۔

الامین للجمعیۃ العلمیۃ

مکرم ڈاکٹر حافظ بدر الدین احمد صاحب کے لئے درخواست دعا

آپ لاہور سے ربوہ تشریف لے آئے

مکرم ڈاکٹر حافظ بدر الدین احمد صاحب آف بورنیو مورخہ ۱۴ جنوری کی شام کو بذریعہ کار لاہور سے ربوہ تشریف لے آئے ہیں۔ آپ دل کے عارضہ کی وجہ سے بہت بیمار ہیں۔ اسی لئے بورنیو سے واپس آ گئے ہیں۔ تاحال بیماری میں کوئی افاقہ نہیں۔ بلکہ کمزوری پہلے سے بڑھ گئی ہے۔

احباب ڈاکٹر صاحب موصوف کے لئے جو کہ سلسلہ کے نہایت مخلص خادم ہیں درد دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ انہیں صحت کاملہ عطا فرمائے۔ آمین

چندہ وقفِ جدید

عہدیداران جماعت کی خدمت میں التماس ہے کہ چندہ وقفِ جدید کی جس قدر وصولی ہو چکی ہے ۲۰ جنوری تک مرکز میں بھجوا دیں۔ ساتھ ہی مکمل تفصیل ارسال فرما دیں۔ تاکہ کھاتہ میں اندراج کرا دیا جائے۔

جن جماعتوں نے وعدے ارسال کئے ہیں ان کو رسیدیں بھجوا دی گئی ہیں۔ بقیہ جماعتوں کے عہدیداران سے بھی درخواست ہے کہ وعدوں کی فہرستیں جلد ارسال فرما دیں۔

(ناظم مال وقف جدید ربوہ)

محترمہ سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ کی صحت کے لئے

دعا کی تحریک

محترمہ سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ دبیگم محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب) کی صحت کے متعلق آج صبح کی اطلاع مظہر ہے کہ گو اب طبیعت پہلے سے بہتر ہے۔ تاہم ابھی ضعف اور درد گردہ کی کچھ شکایت باقی ہے۔ احباب جماعت خاص توجہ اور التزام کے ساتھ محترمہ سیدہ موصوفہ کی شفائے کاملہ و عاجلہ کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

ایڈیٹر۔ روشن دین تنویر بی۔اے، ایل ایل بی

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفضل [illegible]

دُرِّ منثور

(یعنی چند بکھرے ہوئے موتی)

رقم فرمودہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدّ ظلّہ العالی

جماعتِ احمدیہ کے جلسہ سالانہ ۱۹۶۰ء کے مبارک موقع پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی نے مؤرخہ ۲۷ر دسمبر کو صبح کے اجلاس میں محترم جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی زیرِ صدارت "ذکرِ حبیبؑ" کے موضوع پر جو ایمان افروز، روح پرور اور وجد آفریں تقریر ارشاد فرمائی تھی ذیل میں اس کا مکمل متن ہدیۂ احباب کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ

گذشتہ سال کے سالانہ جلسہ میں جو دسمبر ۱۹۵۹ء کی بجائے جنوری ۱۹۶۰ء میں منعقد ہوا تھا، مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی سیرۃ کے بعض پہلوؤں پر ایک مضمون پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔ یہ مضمون جو بعد میں "سیرۃِ طیّبہ" کے نام سے چھپ چکا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کے تین بنیادی پہلوؤں سے تعلق رکھتا تھا، یعنی (اوّل) محبّتِ الٰہی (دوم) عشقِ رسولؐ اور (سوم) شفقت علیٰ خلق اللہ۔ اور یہی وہ تین اوصاف ہیں جو ایک سچے مسلمان کے دین و مذہب کی جان اور اُس کے اخلاقِ حسنہ کی بلند ترین چوٹی کہلانے کا حق رکھتے ہیں۔

اس سال مجھے پھر مرکزی جلسۂ سالانہ جماعتِ احمدیہ کے منتظمین نے ذکرِ حبیبؑ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاکیزہ سیرت کے متعلق کچھ بیان کرنے کی دعوت دی ہے۔ اور گو اِس سال کا آخری نصف حصہ میری رفیقۂ حیات اُمِّ مظفر احمد کی طویل اور تشویشناک بیماری کی وجہ سے میرے لئے کافی پریشانی میں گذرا ہے اور اُن کی تیمارداری کی وجہ سے مجھے کئی ماہ تک ربوہ سے باہر لاہور میں ٹھہرنا پڑا ہے اور بعض دوسری پریشانیاں بھی رہیں مگر میں نے اِن روکوں کے باوجود ناظر صاحب اصلاح و ارشاد کی دعوت کو اپنے لئے موجبِ سعادت سمجھتے ہوئے اسے قبول کر لیا۔ اور اب اپنے دوستوں کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرۃ و اخلاق کے چند پہلو پیش کرنے کیلئے حاضر ہوں۔

جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے میری گذشتہ سال کی تقریر حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت کے تین مخصوص بنیادی پہلوؤں سے تعلق رکھتی تھی جنہیں اپنے باہمی ربط کی وجہ سے ہم گویا تین لڑیوں والی مالا کا نام دے سکتے ہیں۔ لیکن اِس سال میں حضرت مسیح موعودؑ کے اخلاق و عادات کے چند متفرق اور گویا غیر مربوط (گو حقیقۃً کسی انسان کے اخلاق بھی فی الواقعہ غیر مربوط نہیں ہوتے) پہلوؤں پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں تاکہ ہمارے دوستوں کو معلوم ہو اور دُنیا پر بھی ظاہر ہو جائے کہ محمدی سلسلہ کا مسیح اپنے مربوط اخلاق اور بظاہر غیر مربوط اخلاق دونوں میں کس شان کا مالک تھا۔ اِسی لئے میں نے اپنے موجودہ مضمون کا نام دُرِّ منثور یعنی "چند بکھرے ہوئے موتی" رکھا ہے۔ یقیناً اِن بکھرے ہوئے موتیوں کو بھی ایک گہرے ربط و نظم کی زنجیر باندھے ہوئے ہے جو ایک طرف خالق کی محبت اور دوسری طرف مخلوق کی ہمدردی کے ساتھ فطری طور پر منسلک ہے لیکن چونکہ بظاہر یہ اخلاق متفرق نوعیت کے ہیں اِس لئے میں نے انہیں دُرِّ منثور کا نام دیا ہے۔ اور اسی مختصر تمہید کے ساتھ میں اپنے اِس مضمون کو خدائے رحمان و رحیم کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ ٥

(۱)

یہ ایک عجیب بات ہے جس میں اہلِ ذوق کے لئے بڑا لطیف نکتہ ہے کہ گو مقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح ناصریؑ کے مثیل کی حیثیت میں مبعوث ہوئے اور آپ اپنی جماعت میں زیادہ تر اِسی نام اور اِسی منصب کے ساتھ پکارے جاتے ہیں مگر باوجود اِس کے آپ نے اپنی سیرت اور اپنے اخلاق و اوصاف میں حضرت مسیح ناصریؑ کی نسبت اپنے آقا اور مطاع اور اپنے دِلی محبوب حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا بہت زیادہ ورثہ پایا ہے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں:-

> پر مسیحا بن کے میں بھی دیکھتا روئے صلیب
> گر نہ ہوتا نامِ احمدؐ جس پہ میرا سب مدار
>
> (براہین احمدیہ حصہ پنجم)

"یعنی گو میں مسیح ناصری کا مثیل بنا کر بھیجا گیا ہوں جنہیں اُن کے یہودی دشمنوں نے صلیب پر چڑھا دیا تھا، مگر میرا اصل منصب محمدی نیابت سے تعلق رکھتا ہے، جس کے ساتھ غلبہ اور کامیابی مقدر ہو چکی ہے۔"

اِسی لئے جہاں عیسائیوں کے قول کے مطابق حضرت مسیح ناصریؑ تین سال کی مختصر اور محدود سی مامورانہ زندگی پا کر ایلی ایلی لما سبقتانی کہتے ہوئے جاں بحق ہو گئے وہاں خدا تعالیٰ نے مسیح محمدی کو ہر قسم کے موافق و مخالف حالات میں سے گذارا اور گوناگوں اخلاق کے اظہار کا موقعہ عطا کیا اور آپ کو اپنے مشن میں ایسی بے نظیر کامیابی بخشی کہ دہلی کے ایک مشہور غیر احمدی اخبار کے قول کے مطابق مخالف تک پکار اُٹھے کہ:-

"مرزا مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اُس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں۔ اُس نے مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی۔ نہ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے بلکہ محقق ہونے کے ہم اِس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا۔ ..... اگرچہ مرحوم پنجابی تھا مگر اُس کے قلم میں اِس قدر قوّت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ بلندیٔ ہند میں بھی اِس قوّت کا کوئی لکھنے والا نہیں۔ ...... اُس کا پُر زور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالا ہے۔ اور واقعی اُس کی بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ ...... اُس نے ہلاکت کی پیشگوئیوں، مخالفتوں اور نکتہ چینیوں کی آگ میں سے ہو کر اپنا راستہ صاف کیا اور ترقی کے انتہائی عروج تک پہنچ گیا۔"

(کرزن گزٹ دہلی۔ یکم جون ۱۹۰۸ء)

(۲)

اس کے بعد سب سے پہلی بات جو میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کے متعلق بیان کرنا چاہتا ہوں اور یہ اِن بکھرے ہوئے موتیوں میں سے پہلا موتی ہے وہ اُس پختہ اور کامل یقین کے ساتھ تعلق رکھتی ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کو اپنے خداداد مشن کے متعلق تھا۔ یہ وصف آپ کے اندر اِس کمال کو پہنچا ہوا تھا کہ آپ کے ہر قول و فعل اور ہر حرکت و سکون میں اس کا ایک زبردست جلوہ نظر آتا تھا۔ اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ آپ اپنے اِس یقین کی وجہ سے بڑے سے بڑے پہاڑ کے ساتھ ٹکرانے کے لئے تیار

ہیں۔ بسا اوقات اپنے خداداد مشن اور اپنے الہامات کے متعلق مؤکّد بعذاب قسم کھا کر فرماتے تھے کہ مجھے ان کے متعلق ایسا ہی یقین ہے جیسا کہ دُنیا کی کسی مرئی چیز کے متعلق زیادہ سے زیادہ ہو سکتا ہے۔ اور بعض اوقات اپنی پیشگوئیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ چونکہ وہ خدا کے منہ سے نکلی ہوئی ہیں اس لئے وہ ضرور پوری ہوں گی۔ اور اگر وہ سنّت اللہ کے مطابق پوری نہ ہوں تو میں اس بات کے لئے تیار ہوں کہ مجھے مفتری قرار دیکر پھانسی کے تختہ پر لٹکا دیا جائے۔ چنانچہ جب ایک متعصّب ہندو لالہ گنگا بشن نے پنڈت لیکھرام والی پیشگوئی پر یہ اعتراض کیا کہ پنڈت لیکھرام کی موت پیشگوئی کے نتیجہ میں نہیں ہوئی بلکہ نعوذ باللہ حضرت مسیح موعودؑ نے پنڈت جی کو خود قتل کرا دیا تھا تو حضرت مسیح موعودؑ نے جواب میں انتہائی غیرت اور تحدّی کے ساتھ فرمایا کہ اگر لالہ گنگا بشن کا واقعی یہی خیال ہے تو وہ اس بات پر قسم کھا جائیں کہ نعوذ باللہ میں نے خود پنڈت لیکھرام کو قتل کرا دیا تھا پھر اگر اس کے بعد لالہ صاحب ایک سال کے اندر اندر **ایسی موت** کے عذاب میں مبتلا نہ ہوئے جس میں **انسانی ہاتھوں کا کوئی دخل متصوّر نہ ہو سکے** تو میں جھوٹا ہوں گا اور مجھے بیشک ایک قاتل کی سزا دی جائے۔ چنانچہ آپ نے بڑے زوردار الفاظ میں لکھا کہ :-

”میں تیار ہوں اور نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ گورنمنٹ کی عدالت میں اقرار کر سکتا ہوں کہ جب میں (اس طرح کے خالصۃً) آسمانی فیصلہ سے مجرم ٹھہر جاؤں تو **مجھے پھانسی** دی جائے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ خدا نے میری پیشگوئی پوری کر کے دینِ اسلام کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے اپنے ہاتھ سے یہ فیصلہ کیا ہے۔ پس ہرگز ممکن نہیں ہو گا کہ میں پھانسی ملوں۔“

(اشتہار ۵ر اپریل ۱۸۹۷ء)

دوسری جگہ اپنے الہامات کے متعلق یقین کامل کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

”یہ **مکالمہ الٰہیہ** جو مجھ سے ہوتا ہے یقینی ہے۔ اگر میں ایک دم کیلئے بھی اسمیں شک کروں تو **کافر ہو جاؤں اور میری آخرت تباہ** ہو جائے۔ وہ کلام جو مجھ پر خدا کی طرف سے نازل ہوتا ہے **یقینی اور قطعی** ہے۔ اور جیسا کہ **آفتاب اور اُس کی روشنی** کو دیکھ کر کوئی شخص شک نہیں کر سکتا کہ یہ آفتاب ہے اور یہ اُس کی روشنی ہے۔ ایسا ہی میں اُس کلام میں بھی شک نہیں کر سکتا جو خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے پر نازل ہوتا ہے اور **میں اُس پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ خدا کی کتاب پر۔**“

(تجلّیاتِ الٰہیہ)

دوست غور کریں کہ یہ کس درجہ کا ایمان اور کیسا پختہ اور کیسا **کامل یقین** ہے جس کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کفر و ایمان کی بازی لگاتے ہوئے پھانسی کے تختہ پر چڑھنے کے لئے تیار تھے۔ لاریب ایسا ایمان صرف اُسی شخص کو حاصل ہو سکتا ہے جو اپنی آنکھوں سے خدا کو دیکھ رہا ہو اور اپنے کانوں سے اُس کا کلام سُنتا ہو۔ کوئی شخص اپنی سمجھ کی کمی یا اپنے تدبّر کی کوتاہی یا اپنے تعصّب کی فراوانی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماموریت کے دعویٰ میں شک کر سکتا ہے مگر کوئی ہوش و حواس رکھنے والا انسان اِس بات میں شک نہیں کر سکتا کہ آپ کو اپنے خداداد مشن کے متعلق کامل یقین تھا۔ ایک جلد باز انسان آپ کو **دھوکا خوردہ** خیال کر سکتا ہے جیسا کہ بعض بظاہر غیر متعصّب مغربی مصنّفین نے اپنی کوتہ بینی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خیال کیا ہے مگر کوئی شخص جس میں ابھی تک نورِ ضمیر کی تھوڑی سی روشنی بھی باقی ہے **آپ کو دھوکا دینے والا** قرار نہیں دے سکتا۔

(۳)

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی **بے مثال محبّت بلکہ عشق** کا ذکر میری گذشتہ سال کی تقریر موسومہ **”سیرۃ طیّبہ“** میں گذر چکا ہے۔ یہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے عشق کا تتمہ تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کو تمام دوسرے نبیوں اور رسولوں کے ساتھ بھی غیر معمولی محبّت تھی اور آپ **اپنے عظیم الشان** مقام کے باوجود ان سب کا بے حد ادب کرتے تھے۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں :-

ما ہمہ پیغمبراں را چاکریم   ہمچو خاکے اُفتادہ بر درے

ہر رسولے کو طریقِ حق نمود   جانِ ما قرباں براں حق پرورے

(براہین احمدیہ حصہ اول)

”یعنی میں اُن تمام رسولوں اور نبیوں کا خدمت گذار ہوں جو دُنیا میں خدا کا رستہ دکھانے کے لئے آتے رہے ہیں۔ اور مَیں اُن کے ساتھ اِس طرح پیوستہ ہوں جس طرح کہ ڈیوڑھی کی خاک مکان کے ساتھ پیوستہ ہوتی ہے۔ میری جان اُن سب پرستارانِ خدا پر (خواہ وہ کسی ملک اور کسی زمانہ میں آئے ہوں) دِلی محبّت کے ساتھ قربان ہے۔ کیونکہ وہ میری طرح میرے آسمانی آقا کے خادم ہیں۔“

اور چونکہ بعض ناواقف لوگوں کی طرف سے حضرت مسیح ناصریؑ کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر خاص طور پر اعتراض کیا گیا تھا کہ آپ نے نعوذ باللہ حضرت عیسیٰؑ کی ہتک کی ہے اس لئے آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق خاص طور پر فرمایا کہ :-

”بخدا میں وہ **سچی محبّت** مسیح سے رکھتا ہوں جو تمہیں ہرگز حاصل نہیں۔ اور جس نور کے ساتھ میں اُسے شناخت کرتا ہوں تم ہرگز اُسے شناخت نہیں کر سکتے۔ اِس میں کچھ شک نہیں کہ وہ خدا کا ایک پیارا اور برگزیدہ نبی تھا۔“

(دعوتِ حق مشمولہ حقیقۃ الوحی)

(۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور آپ کی آل و اولاد کے ساتھ بھی حضرت مسیح موعودؑ کو نہایت درجہ عقیدت تھی چنانچہ صحابہ کرامؓ کے متعلق کس عقیدت سے اور کس دلی جوش وخروش کے ساتھ فرماتے ہیں :-

”اِنّ الصحابۃ کلّھم کذکاءٍ   قد نوّروا وجہ الوریٰ بضیاءٍ

ترکوا اقاربھم وحبّ عیالھم   جاء وا رسول اللہ کالفقراءٍ

ذبحوا وما خافوا الوریٰ من صدقھم   بل آثروا الرّحمٰن عند بلاءٍ

تحت السّیوف تشہّدوا لخلوصھم   شھدوا بصدق القلب فی الاملاءٍ

الصّالحون الخاشعون لربّھم   البائتون بذکرہٖ و بکاءٍ

قوم کرام لا نفرّق بینھم   کانوا لخیر الرّسل کالاعضاءٍ

(سِرّ الخلافہ صفحہ ۶۷)

”یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے **تمام صحابہ سورج کی طرح روشن تھے**۔ انہوں نے ساری دنیا کو اپنے نور سے منوّر کر دیا۔ انہوں نے صداقت کی خاطر اپنے رشتہ داروں کو اور اپنے اہل و عیال کی محبّت تک کو خیرباد کہہ دیا۔ اور رسول اللہؐ کی آواز پر غریب درویشوں کی طرح بے گھر اور بے در ہو کر آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ وہ خدا کے رستہ میں **برضاء و رغبت ذبح کئے گئے**۔ اور انہوں نے سچائی کی خاطر دنیا کا ذرہ بھر خوف نہیں کیا۔ بلکہ ہر امتحان اور ہر آزمائش کے وقت خدائے رحمان کے تعلق کو ترجیح دی۔ انہوں نے **تلواروں کی جھنکار میں شہادت کے جام نوش کئے**۔ اور ہر مجلس میں صداقت کی گواہی کے لئے بے خوف و خطر تیار رہے۔ وہ نیک اور متقی اور صرف خدا سے ڈرنے والے لوگ تھے۔ اور **خدا کی یاد میں گریہ و زاری** سے راتیں گزارتے تھے۔ وہ ایسی برگزیدہ جماعت تھی کہ ایمان و اخلاص کے لحاظ سے ہم اُن میں کوئی فرق نہیں کر سکتے۔ وہ اپنے آقا کے ساتھ دائیں اور بائیں جسم کے اعضاء کی طرح لپٹے رہے اور نصرت اور اعانت اور قربانی میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔“

اسی طرح رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق کس محبّت کے ساتھ اور کن زوردار الفاظ میں فرماتے ہیں :-

”حسین رضی اللہ عنہ طاہر و مُطہّر تھا اور بلاشبہ وہ اُن برگزیدوں میں سے ہے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے۔ اور بلاشبہ وہ سردارانِ بہشت میں سے ہے۔ اور ایک ذرّہ کینہ رکھنا اُس سے موجبِ سلبِ ایمان ہے۔ اور اُس امام کی **محبّتِ الٰہی اور تقویٰ اور صبر اور استقامت اور زہد اور عبادت** ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ ...... تباہ ہو گیا وہ دل جو اُس کا دشمن ہے۔ اور کامیاب ہو گیا وہ دل جو **عملی رنگ میں اُس کی** محبّت ظاہر کرتا ہے۔“

(اشتہار ”تبلیغ الحق“ ۸ر اکتوبر ۱۹۰۵ء)

۵

اسلام کے گذشتہ مجدّدین کے متعلق بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام بڑی غیرت رکھتے تھے۔ ایک دفعہ لاہور میں ہمارے بڑے بھائی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی نے اپنے بچپن کے زمانہ میں جہانگیر کا شاندار مقبرہ دیکھنے کا شوق ظاہر کیا۔ اِس پر حضرت مسیح موعودؑ نے نصیحت کے رنگ میں فرمایا:-

"میاں تم جہانگیر کا مقبرہ دیکھنے کے لئے بیشک جاؤ۔ لیکن اُس کی قبر پر نہ کھڑے ہونا کیونکہ اُس نے ہمارے ایک بھائی حضرت مجدّد الف ثانیؒ کی ہتک کی تھی۔"

(روایات میاں عبد العزیز صاحب مغل مرحوم)

تین سو سال سے زائد زمانہ گذرنے پر بھی ایک مسلمان بادشاہ کے ایسے فعل پر جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے اسلامی تاریخ میں گویا ایک عام واقعہ ہے کیونکہ مسلمان بادشاہوں کے زمانہ میں ایسے کئی واقعات گزر چکے ہیں، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اِس قدر غیرت ظاہر کرنا اور حضرت مجدّد الف ثانیؒ کے لئے بھائی جیسا پیارا لفظ استعمال کرنا اُس یگانگت اور محبت اور عقیدت کی ایک بہت روشن مثال ہے جو آپ کے دل میں امّتِ محمدیہ کے صلحاء کے لئے موجزن تھی۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس ارشاد میں خود وضاحت فرما دی ہے حضور کی اس ہدایت کا یہ مطلب نہیں تھا کہ کسی مسلمان کو جہانگیر کا مقبرہ نہیں دیکھنا چاہیئے۔ وہ ایک جاہ و جلال والا مسلمان بادشاہ تھا اور ہمیں اپنے قومی اکابر اور بزرگوں بلکہ غیر قوموں کے بزرگوں کی بھی عزّت کرنے کا حکم ہے۔ مگر چونکہ حضرت مسیح موعودؑ اپنے بچوں کے دل میں غیر معمولی اسلامی غیرت اور صلحاءِ اُمّت کا غیر معمولی ادب پیدا کرنا چاہتے تھے اِس لئے آپ نے اِس موقعہ پر اپنی اولاد کو ایک خاص نوعیت کی نصیحت کرنی مناسب خیال فرمائی۔

اِس تعلق میں ایک اور دلچسپ روایت بیان کرنا بھی ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ عقیدہ تھا کہ مقتدی کے لئے نماز میں امام کے پیچھے بھی سورۂ فاتحہ پڑھنی ضروری ہے۔ اور آپ اِس کی بہت تاکید فرمایا کرتے تھے۔ کیونکہ سورۂ فاتحہ قرآنِ عظیم کا خلاصہ ہے اور قرآن سے آپ کو عشق تھا۔ ایک دفعہ آپ اپنی ایک مجلس میں بڑے زور کے ساتھ اپنے اِس عقیدہ کا اظہار فرما رہے تھے کہ حاضرینِ مجلس میں سے کسی نے عرض کیا کہ حضور! کیا سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی؟ اِس پر حضرت مسیح موعودؑ نے اِس طرح رُک کر کہ جیسے ایک چلتی ہوئی گاڑی کو بریک لگ جاتی ہے جلدی سے فرمایا:-

"نہیں نہیں۔ ہم ایسا نہیں کہتے۔ کیونکہ حنفی فرقہ کے کثیر التعداد بزرگ یہ عقیدہ رکھتے رہے ہیں کہ نماز میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کی تلاوت ضروری نہیں۔ اور ہم ہرگز یہ خیال نہیں کرتے کہ اِن بزرگوں کی نماز نہیں ہوئی۔"

(سلسلہ احمدیہ و سیرۃ المہدی حصہ دوم)

اس دلچسپ روایت سے جماعت احمدیہ کے نوجوانوں کو بلکہ غیر از جماعت لوگوں کو بھی یہ لطیف سبق حاصل ہوتا ہے کہ اپنے عقیدہ پر قائم رہتے ہوئے بھی مختلف الخیال نیک لوگوں کا ادب ملحوظ رکھنا نہایت ضروری ہے۔ بزرگوں کا قول ہے اور یہ فقرہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان مبارک پر بھی کثرت کے ساتھ آتا تھا کہ:-

اَلطَّرِیْقَۃُ کُلُّھَا اَدَبٌ

"یعنی دین اور خوش اخلاقی کا سارا راستہ ادب کے میدان میں سے گزرتا ہے۔"

٦

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صبر و استقلال بھی بے مثال نوعیت کا تھا۔ آپ کو اپنے خداداد مشن کی انجام دہی کے لئے جن غیر معمولی مشکلات میں سے گزرنا پڑا اور جن خاردار جنگلوں اور جن پُر خطر وادیوں اور جن فلک بوس پہاڑوں کو طے کرنا پڑا وہ آپ کی زندگی کے ہر لمحہ میں ظاہر و عیاں ہیں۔ آپ کی طرف سے ماموریت کا دعویٰ ہوتے ہی مخالفت کا ایسا طوفان اُٹھا کہ الحفیظ و الامان۔ یوں نظر آتا تھا کہ ایک چھوٹی سی کشتی میں ایک کمزور سا انسان اکیلا بیٹھا ہوا اُسے گویا ایک تنکے کے ساتھ چلا رہا ہے۔ اور طوفان کا زور اُسے یوں اُٹھاتا اور گراتا ہے کہ جس طرح ایک تیز آندھی کے سامنے ایک کاغذ کا پُرزہ اِدھر اُدھر اُڑتا پھرتا ہے۔ مگر یہ شخص ہراساں نہیں ہوتا بلکہ خدا کی حمد کے گیت گاتا ہوا آگے ہی آگے بڑھتا جاتا ہے۔ اور اُس کا دِل اِس یقین سے معمور ہے کہ خدا نے مجھے بھیجا ہے اور وہی میری حفاظت کرے گا۔ یہ وہ صبر و استقلال تھا جس پر آپ کے اشد ترین مخالف تک پکار اُٹھے کہ مرزا صاحب صادق ہوں یا غیر صادق مگر اِس میں کلام نہیں کہ وہ جس مشن کو لے کر اُٹھے تھے اُس پر اپنی زندگی کے آخری دم تک مضبوط چٹان کی طرح قائم رہے۔ چنانچہ آپ کی وفات پر ایک ہندو اخبار نے لکھا کہ:-

"مرزا صاحب اپنے آخری دم تک اپنے مقصد پر ڈٹے رہے اور ہزاروں مخالفتوں کے باوجود ذرا بھی لغزش نہیں کھائی۔"

(آریہ اخبار "اندر" - لاہور)

اِسی طرح ایک عیسائی مصنّف نے لکھا کہ:-

"مرزا صاحب کی اخلاقی جرأت جو اُنہوں نے اپنے مخالفوں کی طرف سے شدید مخالفت اور ایذا رسانی کے مقابلہ میں دکھائی یقیناً بہت قابلِ تعریف ہے۔"

(انگریزی رسالہ احمدیہ مُووْمنٹ مصنّفہ مسٹر ایچ۔ اے۔ والٹر)

اور ایک غیر احمدی مسلمان اخبار نے لکھا کہ:-

"مرزا مرحوم نے مخالفتوں اور نکتہ چینیوں کی آگ میں سے ہو کر اپنا رستہ صاف کیا اور ترقی کے انتہائی عروج تک پہنچ گیا۔"

(کرزن گزٹ دِلّی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ وصف جہاں ایک طرف آپ کے غیر معمولی صبر و استقلال پر شاہد ہے وہاں وہ اِس بات کی بھی زبردست دلیل ہے کہ آپ کو اپنے بھیجنے والے خدا کی نصرت پر کامل بھروسہ تھا کہ جو پودا اُس نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے وہ اُسے کبھی ضائع نہیں ہونے دے گا۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں:-

"اے آنکہ سُوئے من بدویدی بصد تبر ٭ از باغباں بترس کہ من شاخِ مثمرم"

(ازالہ اوہام)

"یعنی اے وہ جو میری طرف غصّہ سے بھرا ہوا سو خنجر لیکر بھاگا آتا ہے۔ تُو آسمانی باغبان سے ڈر کہ میں اُس کے اپنے ہاتھ کا لگایا ہوا پھل دینے والا پودا ہوں۔"

جماعت احمدیہ کے نوجوانوں اور مقامی جماعتوں کے امیروں اور انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ کے عہدہ داروں اور سب سے بڑھ کر جماعت کے مبلّغوں اور مربّیوں اور مرکزی کارکنوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِس غیر معمولی صبر و استقلال اور اِس غیر معمولی عزم اور اِس غیر معمولی توکّل سے سبق حاصل کرنا چاہیئے کہ اگر وہ بھی صبر و ثبات سے کام لیں گے اور خدا کے بندے بن کر رہیں گے اور اپنے آپ کو ثمر دار پودے بنائیں گے تو خدا تعالیٰ اُن کی بھی اُسی طرح حفاظت کرے گا اور اُن کے لئے بھی اُسی طرح غیرت دکھائے گا جس طرح کہ وہ ہمیشہ سے اپنے نیک بندوں کے لئے دکھاتا چلا آیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک پنجابی زبان میں الہام ہے اور کیا خوب الہام ہے۔ خدا تعالیٰ آپ سے حد درجہ محبت کے الفاظ میں مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ:-

"جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو۔"

(تذکرہ صفحہ [illegible])

[illegible] میدان میں ہر زرین اثر [illegible] انسان کے لئے [illegible] سبق ہر ایک کا حکم رکھتا ہے۔ کاش ہماری جماعت کے بوڑھے اور نوجوان عورتیں اور مرد اس حقیقت کو اپنا حرزِ جان بنائیں کہ خدا داری چہ غم داری۔

۷

حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں اطاعتِ رسُولؐ کا بھی نہایت زبردست جذبہ تھا۔ اور آپ بظاہر چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی اپنے آقا کی اتباع میں لذّت پاتے اور اُس کا غیر معمولی خیال رکھتے تھے۔ چنانچہ میں اِس موقعہ پر دو بظاہر بہت معمولی سے واقعات بیان کرتا ہوں کیونکہ انسان کا کیریکٹر زیادہ تر چھوٹی باتوں میں ہی ظاہر ہوا کرتا ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے جبکہ آپ مولوی کرم دین والے تکلیف دہ فوجداری مقدمہ کے تعلق میں گورداسپور تشریف لے گئے تھے اور وہ سخت گرمی کا موسم تھا اور رات کا وقت تھا آپ کے آرام کے لئے مکان کی کھلی چھت پر چارپائی بچھائی گئی۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سونے کی غرض سے چھت پر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ چھت

پر کوئی پردہ کی دیوار نہیں ہے۔ آپ نے ناراضگی کے لہجہ میں خدام سے فرمایا:-

"کیا آپ کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بے پردہ اور بے منڈیر کی چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے۔"

(سیرۃ المہدی)

چونکہ اُس مکان میں کوئی اور مناسب صحن نہیں تھا آپ نے گرمی کی انتہائی شدّت کے باوجود نیچے کے مسقّف کمرے میں سونا پسند کیا مگر اس کھلی چھت پر نہیں سوئے۔ آپ کا یہ فعل اس وجہ سے نہیں تھا کہ پردہ کے بغیر چھت پر سونا کسی خطرے کا موجب ہو سکتا ہے بلکہ اِس خیال سے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے۔

ایک اور موقعہ پر جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے کمرے میں تشریف رکھتے تھے اور اُس وقت باہر سے آئے ہوئے کچھ مہمان بھی آپ کی خدمت میں حاضر تھے کہ کسی شخص نے دروازے پر دستک دی۔ اِس پر حاضر الوقت لوگوں میں سے ایک شخص نے اُٹھ کر دروازہ کھولنا چاہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُن صاحب کو اُٹھتے دیکھا تو جلدی سے اُٹھے اور فرمایا:-

"ٹھہریں ٹھہریں۔ مَیں خود دروازہ کھولوں گا۔ آپ مہمان ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مہمان کا اِکرام کرنا چاہیئے۔"

(سیرۃ المہدی حصّہ اول)

یہ دونوں واقعات بظاہر بہت معمولی نوعیت کے ہیں مگر ان سے اُس غیر معمولی جذبۂ اطاعت پر زبردست روشنی پڑتی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں اپنے مطاع اور آقا اور محبوب کے لئے جاگزین تھا۔ اور ایک قدرتی چشمہ کے طور پر ہر وقت پھوٹ کر بہتا رہتا تھا۔ آج کون ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایتوں کو ملحوظ رکھتا ہے؟

(۸)

حضرت مسیح موعود کی زندگی تکلّفات سے بالکل آزاد تھی۔ ہمارے ماموں جان یعنی حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب مرحومؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت میں قریباً ستائیس۲۷ سال گذارے۔ اور وہ بڑے زیرک اور آنکھیں کھلی رکھنے والے بزرگ تھے۔ وہ مجھ سے اکثر بیان کیا کرتے تھے کہ مجھے دُنیا میں بے شمار لوگوں سے واسطہ پڑا ہے اور مَیں نے دُنیا داروں اور دینداروں سب کو دیکھا اور سب کی صحبت اُٹھائی ہے مگر میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بڑھ کر کوئی شخص تکلّفات سے کُلّی طور پر آزاد نہیں دیکھا۔ اور یہی اِس عاجز کا بھی مشاہدہ ہے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ کی تمام زندگی ایک قدرتی چشمہ ہے جو اپنے ماحول کے تاثرات سے بالکل بے نیاز ہو کر اپنے طبعی بہاؤ میں بہتا چلا جاتا ہے۔ میں ایک بہت معمولی سی بات بیان کرتا ہوں۔ دنیا داروں بلکہ دین کے مَیدان میں پیروں اور سجادہ نشینوں تک میں عام طور پر یہ طریق ہے کہ اُن کی مجلسوں میں مختلف لوگوں کے لئے اُن کی حیثیت اور حالات کے لحاظ سے الگ الگ جگہ ملحوظ رکھی جاتی ہے۔ مگر اپنے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں قطعاً ایسا کوئی امتیاز نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ آپ کی مجلس میں ہر طبقہ کے لوگ آپ کے ساتھ اِس طرح ملے جلے بیٹھتے تھے کہ جیسے ایک خاندان کے افراد گھر میں مل کر بیٹھتے ہیں۔ اور بسا اوقات اِس بے تکلّفانہ انداز کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ بظاہر ادنٰے جگہ پر بیٹھ جاتے تھے اور دوسرے لوگوں کو غیر شعوری طور پر اچھی جگہ مل جاتی تھی۔ بیسیوں مرتبہ ایسا ہوتا تھا کہ چارپائی کے سرہانے کی طرف کوئی دُوسرا شخص بیٹھا ہوتا تھا اور پائنتی کی طرف حضرت مسیح موعودؑ ہوتے تھے۔ یا ننگی چارپائی پر آپ ہوتے تھے اور چادر وغیرہ والی چارپائی پر آپ کا کوئی مرید بیٹھا ہوتا تھا۔ یا اونچی جگہ پر کوئی مُرید ہوتا تھا اور نیچی جگہ میں آپ ہوتے تھے۔ مجلس کی اِس بے تکلّفانہ صورت کی وجہ سے بعض اوقات ایک نووارد کو دھوکا لگ جاتا تھا کہ حاضر مجلس لوگوں میں سے حضرت مسیح موعودؑ کون سے ہیں اور کس جگہ تشریف رکھتے ہیں۔ مگر یہ ایک کمال ہے جو صرف خدا کے ماموروں کی جماعتوں میں ہی پایا جاتا ہے کہ اِس بے تکلّفی کے نتیجہ میں کسی قسم کی بے ادبی کا رنگ پَیدا نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ ہر شخص کا دِل آپ کی محبّت اور ادب اور احترام کے انتہائی جذبات سے معمور رہتا تھا۔

(سیرۃ المہدی و سلسلہ احمدیہ و شمائل مصنفہ عرفانی صاحب)

(۹)

60

مہمان نوازی کا یہ عالم تھا کہ شروع میں جب مہمانوں کی زیادہ کثرت نہیں تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحت بھی نسبتہً بہتر تھی آپ اکثر اوقات مہمانوں کے ساتھ اپنے مکان کے مردانہ حصّہ میں اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔ اور کھانے کے دوران میں ہر قسم کی بے تکلّفانہ گفتگو کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ گویا ظاہری کھانے کے ساتھ علمی اور رُوحانی کھانے کا دسترخوان بھی بچھ جاتا تھا۔ ایسے موقعوں پر آپ عموماً ہر مہمان کا خود ذاتی طور پر خیال رکھتے تھے اور اِس بات کی نگرانی فرماتے تھے کہ اگر کبھی دسترخوان پر ایک سے زیادہ کھانے ہوں تو ہر شخص کے سامنے دسترخوان کی ہر چیز پہنچ جائے۔ عموماً ہر مہمان کے متعلق دریافت فرماتے رہتے تھے کہ کسی خاص چیز مثلاً دودھ یا چائے یا لسّی یا پان کی عادت تو نہیں۔ اور پھر حتی الوسع ہر ایک کے لئے اُس کی عادت کے موافق چیز مہیّا فرماتے تھے۔ بعض اوقات اگر آپ کو معلوم ہوتا کہ کسی مہمان کو اچار کا شوق ہے اور اچار دسترخوان پر نہیں ہوتا تھا تو خود کھانا کھاتے کھاتے اُٹھ کر اندرونِ خانہ تشریف لے جاتے اور اندر سے اچار لا کر ایسے مہمان کے سامنے رکھ دیتے تھے۔ اور چونکہ آپ بہت تھوڑا کھانے کی وجہ سے جلد شکم سیر ہو جاتے تھے اِسلئے سیر ہونے کے بعد بھی آپ روٹی کے چھوٹے چھوٹے ذرّے اُٹھا کر مُنہ میں ڈالتے رہتے تھے تاکہ کوئی مہمان اِس خیال سے کہ آپ نے کھانا چھوڑ دیا ہے دسترخوان سے بُھوکا ہی نہ اُٹھ جائے۔ اللہ اللہ! کیا زمانہ تھا۔

اِسی طرح جب کوئی خاص دوست آپ کی ملاقات کے بعد قادیان سے واپس جانے لگتا تھا تو بعض اوقات آپ ایک ایک میل یا دو دو میل تک اُسے رخصت کرنے کے لئے اُس کے ساتھ جاتے تھے اور بڑی محبّت اور اکرام اور دُعا کے ساتھ رخصت فرماتے تھے۔ اور مہمانوں کے واپس جانے پر آپ کے دل کو اِس طرح رنج پہنچتا تھا کہ گویا اپنا ایک قریبی عزیز رخصت ہو رہا ہے۔ چنانچہ مہمانوں کے ذکر میں فرماتے ہیں:-

مہماں جو کرکے اُلفت آئے بصد محبّت ॥ دل کو ہوئی ہے فرحت اور جاں کو میری راحت

پر دل کو پہنچے غم جب یاد آئے وقتِ رخصت ॥ یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

دنیا بھی اک سرا ہے بچھڑے گا جو ملا ہے ॥ گر سو برس رہا ہے آخر کو پھر جُدا ہے

شکوہ کی کچھ نہیں جا یہ گھر ہی بے بقا ہے ॥ یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

(محمود کی آمین)

مہمان نوازی کے تعلق میں مولانا ابوالکلام آزاد کے بڑے بھائی مولانا ابوالنصر مرحوم کے قادیان جانے کا ذکر بھی اِس جگہ بے موقعہ نہ ہوگا۔ وہ ۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی ملاقات کے لئے قادیان تشریف لے گئے۔ بہت زیرک اور سمجھدار بزرگ تھے۔ قادیان سے واپس آکر انہوں نے اخبار "وکیل" امرتسر میں ایک مضمون لکھا جس میں مولانا ابوالنصر فرماتے ہیں کہ:-

"میں نے کیا دیکھا؟ قادیان دیکھا۔ مرزا صاحب سے ملاقات کی اور اُن کا مہمان رہا۔ مرزا صاحب کے اخلاق اور توجّہ کا مجھے شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔۔۔۔ اکرام ضَیف کی صفت خاص اشخاص تک محدود نہ تھی۔ چھوٹے سے لیکر بڑے تک ہر ایک نے بھائی کا سا سلوک کیا۔۔۔۔ مرزا صاحب کی صورت نہایت شاندار ہے جس کا اثر بہت قوی ہوتا ہے۔ آنکھوں میں ایک خاص طرح کی چمک اور کیفیت ہے اور باتوں میں ملائمت ہے۔ طبیعت منکسر مگر حکومت خیز۔ مزاج ٹھنڈا مگر دِلوں کو گرما دینے والا۔ بُردباری کی شان نے انکساری کیفیت میں اعتدال پیدا کر دیا ہے گفتگو ہمیشہ اِس نرمی سے کرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا متبسّم ہیں۔۔۔۔ مرزا صاحب کے مریدوں میں میں نے بڑی عقیدت دیکھی اور انہیں بہت خوش اعتقاد پایا۔۔۔۔ مرزا صاحب کی وسیع الاخلاقی کا یہ ادنٰے نمونہ ہے کہ اثنائے قیام کی متواتر نوازشوں پر بایں الفاظ مجھے مشکور ہونے کا موقعہ دیا کہ ہم آپ کو اِس وعدہ پر (واپس جانے کی) اجازت دیتے ہیں کہ آپ پھر آئیں اور کم از کم دو ہفتہ قیام کریں۔۔۔۔ میں جس شوق کو لیکر گیا تھا اُسے ساتھ لایا اور شاید وہی شوق مجھے دوبارہ لے جائے۔"

(اخبار "وکیل" امرتسر بحوالہ "شمائل" مصنفہ حضرت عرفانی صاحب)

قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والد یعنی ہمارے دادا صاحب کے زمانہ کا ایک پھلدار باغ تھا جس میں مختلف قسم کے ثمردار درخت تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا یہ طریق تھا کہ جب پھل کا موسم آتا تو اپنے مقیم دوستوں اور مہمانوں کو ساتھ لیکر اِس باغ میں تشریف لے جاتے اور موسم کا پھل اُتروا کر سب کے ساتھ مل کر بے تکلّفی سے نوش فرماتے تھے۔ اُسوقت یُوں نظر آتا تھا کہ گویا ایک مشفق باپ کے ارد گرد اُس کے معصوم بچے گھیرا ڈالے بیٹھے ہیں۔

اِس مجلس میں بھی علم و عرفان کا چشمہ جاری رہتا تھا۔ اور عام بے تکلفی کی باتیں بھی ہوتی تھیں۔ اور خدا اور رسولؐ کا ذکر تو حضرت مسیح موعودؑ کی ہر مجلس کا مرکزی نقطہ ہوا کرتا تھا۔
("سلسلہ احمدیہ")

۱۰

مہمانوں کے ذکر کی ذیل میں ایک نہایت دردناک واقعہ کا خیال آگیا ہے جس کے ذکر سے میں اِس وقت رُک نہیں سکتا۔ افغانستان کے علاقہ خوست میں ایک نہایت درجہ بزرگ عالم رہتے تھے جو رؤسا کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور افغانستان میں اُن کے علم اور نیکی اور شرافت اور خاندانی وجاہت کی وجہ سے اُن کا اتنا اثر تھا کہ کابل میں امیر حبیب اللہ خان کی "تاجپوشی" کی رسم انہوں نے ہی ادا کی تھی۔ اُن کا نام صاحبزادہ مولوی سیّد عبد اللطیف صاحبؓ تھا۔ صاحبزادہ صاحب نے جب یہ سنا کہ قادیان میں ایک شخص نے مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہو تو وہ تلاشِ حق کے لئے کابل سے قادیان تشریف لائے اور حضرت مسیح موعودؑ کی ملاقات سے مشرف ہوئے۔ اور چونکہ صحیح فراست اور نیک فطرت رکھتے تھے انہوں نے آتے ہی سمجھ لیا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ سچا ہے اور بیعت میں داخل ہو گئے۔ چند ماہ کے قیام کے بعد جب وہ وطن واپس جانے لگے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے طریق کے مطابق انہیں رخصت کرنے کے لئے کافی دور تک بٹالہ کے رستہ پر اُن کے ساتھ گئے۔ اور جب جدائی کا آخری وقت آیا تو صاحبزادہ صاحبؓ غم سے اتنے مغلوب تھے کہ زار زار روتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ کے قدموں میں گر گئے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اُن کو بڑی مشکل سے یہ فرماتے ہوئے زمین سے اٹھایا کہ الامر فوق الادب۔ اُس وقت صاحبزادہ صاحبؓ نے بڑی رِقّت کے ساتھ عرض کیا:۔

"حضرت! میرا دِل کہتا ہے کہ میری موت کا وقت آگیا ہے اور میں اِس زندگی میں آپ کا مبارک چہرہ پھر نہیں دیکھ سکوں گا۔"

(سیرۃ المہدی روایت ۲۶۰ و شمائل مصنفہ حضرت عرفانی صاحب)

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ کابل پہنچنے پر امیر حبیب اللہ خان نے کابل کے ملّاؤں کے فتویٰ کے مطابق اُن کو اوّلاً بار بار توبہ کرنے کے لئے کہا اور سخت ترین سزا کی دھمکی کے علاوہ طرح طرح کے لالچ بھی دئے۔ مگر جب اُنہوں نے سختی سے انکار کیا اور ہر دفعہ یہی فرمایا کہ جس چیز کو میں نے حق سمجھ کر خدا کی خاطر قبول کیا ہے اُسے کبھی نہیں چھوڑوں گا تو پھر اُن کو ایک میدان میں کمر تک زمین میں گاڑ کر اُن پر پتھروں کی بے پناہ بارش برسائی۔ حتیٰ کہ اِس عاشقِ الٰہی کی رُوح اپنے آسمانی آقا کے حضور حاضر ہو گئی۔ اور انسان پر انسان کے ظلم اور مذہب میں بدترین تشدّد کا یہ خونیں ڈرامہ ختم ہوا۔ جب حضرت مسیح موعودؑ کو صاحبزادہ صاحبؓ کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ نے بڑے درد کے ساتھ لکھا کہ:۔

"اے عبد اللطیف! تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تُو نے میری زندگی میں اپنے صدق کا نمونہ دکھایا۔ جو لوگ میری جماعت میں سے میری موت کے بعد رہیں گے میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کام کریں گے۔۔۔۔۔۔
اے کابل کی زمین! تُو گواہ رہ کہ تیرے پر سخت جرم کا ارتکاب کیا گیا۔۔۔
۔۔۔ تو خدا کی نظر سے گر گئی کہ تُو اِس ظلمِ عظیم کی جگہ ہے۔"

(تذکرۃ الشہادتین)

۱۱

چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی بھاری غرض و غایت اسلام کی خدمت اور توحید کا قیام تھی اور اِس زمانہ میں حقیقی توحید کا سب سے زیادہ مقابلہ مسیحیت کے ساتھ ہے جو توحید کی آڑ میں خطرناک شرک کی تعلیم دیتی اور حضرت مسیح ناصری کو نعوذ باللہ خدا کا بیٹا قرار دیکر حضرتِ احدیت کے پہلو میں بٹھاتی ہے اس لئے حضرت مسیح موعودؑ کو عیسائیت کے خلاف بڑا جوش تھا اور ویسے بھی آپ کے منصبِ مسیحیت کا بڑا کام حدیثوں میں کسرِ صلیب ہی بیان ہوا ہے۔ اِس لئے آپ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات پر بہت زیادہ زور دیتے تھے کیونکہ صرف اِس ایک بات کے ثابت ہونے سے ہی عیسائیت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ یعنی وفاتِ مسیح کے نتیجہ میں نہ تو الوہیتِ مسیح باقی رہتی ہے اور نہ تثلیث کا نام و نشان قائم رہتا ہے اور نہ کفّارہ کا مسئلہ اپنی ٹانگوں پر کھڑا رہ سکتا ہے۔ بیشک وفاتِ مسیح ناصریؑ کا عقیدہ طبعاً حضرت مسیح موعودؑ کی اپنی صداقت کے ثبوت کے لئے بھی ایک پہلا زینہ ہے مگر اِس مسئلہ کی اصل اہمیت جس کی وجہ سے حضرت مسیح موعودؑ اِس پر زیادہ زور دیتے تھے وہ موجودہ مسیحیت کے کھنڈن سے تعلق رکھتی ہے۔ چنانچہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ:۔

"تم مسیح کو مرنے دو کہ اِسی میں اسلام کی زندگی ہے۔"

(الحکم اگست ۱۹۰۸ء)

کاش ہمارے دُوسرے مسلمان بھائی اِس نکتہ کو سمجھ کر کم از کم مسیحیت کے مقابلہ میں تو ہمارے ہمنوا ہو جائیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے دعوے کو ماننا یا نہ ماننا دُوسری بات ہے۔

مسیحیت کے باطل عقاید اور اِس زمانہ میں اِن عقائد کے عالمگیر انتشار کا حضرت مسیح موعودؑ کے دل پر اتنا بوجھ تھا کہ آپ ایک جگہ درد و کرب سے بیقرار ہو کر بڑے جلال سے فرماتے ہیں کہ:۔

"مَیں ہر دم اس فکر میں ہوں کہ ہمارا اور نصاریٰ کا کسی طرح فیصلہ ہو جائے۔ میرا دِل مُردہ پرستی کے فتنہ سے خون ہوتا ہے۔ اور میری جان عجیب تنگی میں ہے۔ اِس سے بڑھ کر اور کونسا دلی درد کا مقام ہوگا کہ ایک عاجز انسان کو خدا بنایا گیا ہے اور ایک مُشتِ خاک کو ربّ العالمین سمجھا گیا ہے۔ مَیں کبھی کا اِس غم سے فنا ہو جاتا اگر میرا مولیٰ اور میرا قادر و توانا خدا مجھے تسلّی نہ دیتا کہ آخر توحید کی فتح ہے۔۔۔۔ وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا۔۔۔۔۔ وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچّی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں ملکوں میں پھیلے گی۔ اُس دن نہ کوئی مصنوعی کفّارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا۔۔۔۔۔ تب یہ باتیں جو میں کہتا ہوں سمجھ میں آئیں گی کہ خدا کے سوا کوئی دُوسرا خدا نہیں مگر مسیح ایک اور بھی ہے جو اِس وقت بول رہا ہے۔ خدا کی غیرت دکھلا رہی ہے کہ اُس کا کوئی ثانی نہیں مگر انسان کا ثانی موجود ہے۔"

(اشتہار ۱۴ر جنوری ۱۸۹۷ء)

۱۲

اسی تعلق میں حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ ایک دلچسپ روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس ایک کمرہ میں بیٹھے تھے اور حضور کوئی تصنیف فرما رہے تھے کہ کسی شخص نے بڑے زور سے دروازے پر دستک دی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے مفتی صاحبؓ سے فرمایا کہ آپ دروازہ پر جاکر معلوم کریں کہ کون ہے اور کیا پیغام لایا ہے۔ مفتی صاحبؓ نے دروازہ کھولا تو دستک دینے والے صاحب نے بتایا کہ مجھے مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی نے بھجوایا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ خوشخبری سُناؤں کہ فلاں شہر میں ایک غیر احمدی مولوی کے ساتھ مولوی صاحب کا مناظرہ ہوا ہے اور مولوی صاحب نے اسے مناظرہ میں شکست فاش دی ہے اور بہت رگیدا اور بالکل لاجواب کر دیا۔ مفتی صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں یہ بات پہنچائی تو حضورؑ نے مسکرا کر فرمایا:۔

"مَیں اِس زوردار دستک سے سمجھا تھا کہ یورپ مسلمان ہو گیا ہے اور یہ اُس کی خبر لائے ہیں۔"

(سیرۃ المہدی روایت ۲۰۲ و ذکر حبیبؓ مرتبہ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ)

یہ غالباً ایک وقتی لطیفہ کی بات تھی۔ مگر اِس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یورپ کے مسلمان ہونے کا اتنا خیال تھا کہ آپ اپنے لئے حقیقی خوشی صرف اِس بات میں سمجھتے تھے کہ مسیحیت کا بُت ٹوٹے اور یورپ اسلام کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہو جائے۔ اِسی زبردست جذبہ بلکہ خدائی القاء کے ماتحت اپنی ایک نظم میں فرماتے ہیں:۔

آسماں پر دعوتِ حق کے لئے اِک جوش ہے ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار
آرہا ہے اِس طرف احرارِ یورپ کا مزاج نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار
کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ دانش الوداع پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار
باغ میں ملّت کے ہے کوئی گُلِ رعنا کھِلا آئی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار
آرہی ہے اب تو خوشبو میرے یُوسف کی مجھے گو کہو دیوانہ مَیں کرتا ہوں اُس کا انتظار

آسماں سے ہے چلی توحیدِ خالق کی ہوا ۔۔۔ دل ہمارے ساتھ ہیں گو مُنہ کریں بک بک ہزا ر

(براہین احمدیہ حصّہ پنجم)

مَیں اِس موقعہ پر یورپ اور امریکہ اور افریقہ کے احمدی مبلّغوں سے کہتا ہوں کہ یہ نہ سمجھو کہ چونکہ غیر احمدی مسلمانوں نے وفات و حیاتِ مسیح کی بحث کا میدان چھوڑ دیا ہے اسلئے یہ بحث اب ختم ہوگئی ہے - یہ بحث اُس وقت تک ختم نہیں ہوسکتی جب تک کہ مسیحیت اپنے موجودہ عقاید کے ساتھ زندہ ہے - پس چاہیئے کہ قرآن سے اور حدیث سے اور تاریخ سے اور مسیحی صحیفوں سے اور قدیم کُتبات سے اور مدفون گنجینوں سے اور عقلی دلائل سے خدا کی نصرت چاہتے ہوئے مسیح کو فوت شدہ ثابت کرنے کے پیچھے لگے رہو تاوقتیکہ مسیح جو حقیقۃً فوت ہو چکا ہے یورپ اور امریکہ اور دُوسری عیسائی قوموں کی نظروں میں بھی فوت شدہ ثابت ہو جائے - اور اسلام اور مقدس بانیٔ اسلامؐ کے نام کا بول بالا ہو - اور یقین رکھو کہ بالآخر یہ ہو کر رہے گا کیونکہ :-

" قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا "

(۱۳)

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ ہی روایت کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اکثر فرمایا کرتے تھے کہ :-

" ہمارے بڑے اصول دوؔ ہیں - اوّل خدا کے ساتھ تعلق صاف رکھنا اور دُوسرے اُس کے بندوں کے ساتھ ہمدردی اور اخلاق سے پیش آنا "

(ذکرِ حبیبؑ صفحہ ۱۸۰)

آپ کی ساری زندگی اِنہی دوؔ اصولوں کے اردگرد چکّر لگاتی تھی - آپ نے خدا کی توحید کو قائم کرنے اور خالق و مخلوق کے تعلق کو بہتر بنانے میں اپنی انتہائی کوشش صَرف کی اور اسکے لئے اپنی تمام طاقتوں کو وقف کر دیا - بسا اوقات فرمایا کرتے تھے کہ دوسرے مذاہب تو خدا کے حقیقی تصوّر سے ہی بیگانہ ہیں اور کئی قسم کی مشرکانہ باتوں میں پھنس کر اپنی رُوحانیت کو ختم کر چکے ہیں - مگر مسلمان کہلانے والے بھی موجودہ زمانہ کے مادی ماحول کی تاریکیوں میں بھٹک کر خدا کو بھول چکے ہیں - اور اُسکی عظیم الشان طاقتوں سے ناآشنا ہیں - فرمایا کرتے تھے کہ خدا ایک زندہ حیؔ و قیوّم قادر و متصرّف ہستی ہے جو اپنے سچّے پرستاروں کے ساتھ دوستانہ اور مربّیانہ تعلق رکھتا ہے - وہ اُن کی باتوں کو سُنتا اور اپنے شیریں کلام سے اُن کو مشرف کرتا اور تکلیف اور مصیبت کے وقت اُن کی مدد فرماتا ہے - چنانچہ اِس پاک گروہ کا ذکر کرتے ہوئے جس میں آپ خود بھی شامل تھے فرماتے ہیں :-

اُن سے خدا کے کام سبھی معجزانہ ہیں ۔۔۔ یہ اِس لئے کہ عاشقِ یارِ یگانہ ہیں
اُن کو خدا نے غیروں سے بخشا ہے امتیاز ۔۔۔ اُن کے لئے نشاں کو دکھاتا ہے کارساز
جب دشمنوں کے ہاتھ سے وُہ تنگ آتے ہیں ۔۔۔ جب بدشعار لوگ اُنہیں کچھ ستاتے ہیں
جب اُن کے مارنے کیلئے چال چلتے ہیں ۔۔۔ جب اُن سے جنگ کرنے کو باہر نکلتے ہیں
تب وہ خدائے پاک نشاں کو دکھاتا ہے ۔۔۔ غیروں پہ اپنا رُعب نشاں سے جماتا ہے
کہتا ہے یہ تو بندۂ عالی جناب ہے ۔۔۔ مجھ سے لڑو اگر تمہیں لڑنے کی تاب ہے

(براہین احمدیہ حصّہ پنجم)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف دشمنوں نے سنگین مقدمات بنائے - آپ کو قتل کرنے اور کرانے کی سازشیں کیں - حکومت کو آپ کے خلاف اُکسا اُکسا کر آپ پر عرصہ عافیت تنگ کرنے کی سکیمیں بنائیں - آپ کی ترقی اور غلبہ کی پیشگوئیوں کے اثر کو مٹانے کے لئے آپ کے متعلق بالمقابل ہلاکت کی پیش خبریاں سُنائیں - آپ کو اپنے خداداد مشن میں ناکام بنانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا - آپ کے ماننے والوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے - مگر ہر مصیبت کے وقت آپ کا اور آپ کی جماعت کا قدم خدا کے فضل و نُصرت سے آگے سے آگے ہی بڑھتا چلا گیا - خدا کی غائبانہ مدد کوئی مادّی چیز نہیں جو ٹٹولنے سے محسوس کی جاسکے - وہ ایک نور اور اقتدار کی کرن ہے جو ابتداء میں صرف رُوحانی آنکھ رکھنے والوں کو نظر آیا کرتی ہے - اِسی خدائی نُصرت کو یاد کرکے حضرت مسیح موعودؑ ایک جگہ فرماتے ہیں اور کس شکر گزاری کے جذبے سے فرماتے ہیں کہ :-

مجھ پر ہر اک نے وار کیا اپنے رنگ میں ؎ آخر ذلیل ہوگئے انجامِ جنگ میں
اک قطرہ اُسکے فضل نے دریا بنا دیا ؎ مَیں خاک تھا اُسی نے ثریا بنا دیا

(براہین احمدیہ حصّہ پنجم)

قطرہ سے دریا بننے کا ایک نظارہ تو اِس جلسہ میں بھی نظر آرہا ہے کہ پچھتر ۷۵ کی قلیل تعداد سے شروع ہو کر اب ہمارے جلسہ میں حاضرین کی تعداد خدا کے فضل سے پچھتر ہزار تک پہنچ گئی ہے - اور ثریا کا رُوحانی نظارہ بھی انشاء اللہ اقوامِ عالم کی ہدایت کے ذریعہ دُنیا اپنے وقت پر دیکھ لے گی -

(۱۴)

ریاست کپورتھلہ کا ایک بڑا عجیب واقعہ ہے - وہاں ایک مختصر مگر نہایت درجہ مخلص جماعت تھی جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ عشق تھا اور حضور بھی اِن فدائی دوستوں کے ساتھ بڑی محبت رکھتے تھے - جیسا کہ اور کئی دُوسرے شہروں میں ہوا ہے کپورتھلہ کے بعض غیر احمدی مخالفوں نے کپورتھلہ کی احمدی مسجد پر قبضہ کرکے مقامی احمدیوں کو بے دخل کرنے کی کوشش کی - بالآخر یہ مقدمہ عدالت میں پہنچا اور کافی دیر تک چلتا رہا - کپورتھلہ کے دوست بہت فکرمند تھے اور گھبرا گھبرا کر حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کرتے تھے - حضرت مسیح موعودؑ نے ان دوستوں کے فکر اور اخلاص سے متاثّر ہو کر ایک دن اُن کی دُعا کی درخواست پر غیرت کے ساتھ فرمایا :-

" گھبراؤ نہیں - اگر مَیں سچّا ہوں تو یہ مسجد تمہیں مل کر رہے گی "

(اصحاب احمد جلد ۴)

مگر عدالت کی نیّت خراب تھی اور جج کا رویہ بدستور مخالفانہ رہا - آخر اُس نے مقدمہ کا فیصلہ لکھا اور احمدیوں کے خلاف ڈگری دی - مگر ابھی اُس نے فیصلہ پر دستخط نہیں کئے تھے اور خیال تھا کہ عدالت میں جاکر دستخط کروں گا - اُس وقت اُس نے اپنی کوٹھی کے برآمدہ میں بیٹھ کر نوکر سے بوٹ پہنانے کو کہا - نوکر بوٹ پہنا ہی رہا تھا کہ جج پر اچانک دِل کا حملہ ہؤا اور وہ چند لمحوں میں ہی ختم ہوگیا - اُس کی جگہ جو دُوسرا جج آیا اُس نے مسل دیکھ کر احمدیوں کو حق پر پایا اور مسجد احمدیوں کو دلادی - یہ اُسی قسم کا غیر معمولی نشانِ رحمت ہے جس سے قومیں زندہ ہوتی اور رُوحانیت کا کبھی نہ بھولنے والا سبق حاصل کرتی ہیں - کپورتھلہ کی یہ جماعت وہی فدائی جماعت ہے جس کے ایمان اور اخلاص کو دیکھ کر ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا تھا کہ :-

" مَیں امید کرتا ہوں کہ کپورتھلہ کی جماعت جس طرح اِس دُنیا میں میرے ساتھ رہی ہے اِسی طرح آخرت میں بھی میرے ساتھ ہوگی "

(سیرۃ المہدی روایت ۷۹ نیز اصحاب احمد ذکر حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ مرحوم)

(۱۵)

قادیان میں ایک لڑکا حیدرآباد دکن سے تعلیم کے لئے آیا تھا - اُس کا نام عبدالکریم تھا اور وہ ایک نیک اور شریف لڑکا تھا - اتفاق سے اُسے حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں دیوانے کُتّے نے کاٹ لیا - چونکہ انبیاء کرامؑ کی سنت کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ کا یہ طریق تھا کہ دُعا کے ساتھ ساتھ ظاہری تدبیر بھی اختیار فرماتے تھے - اور بعض نام نہاد صوفیوں کی طرح جھُوٹے توکّل کے قائل نہیں تھے - آپ نے اُس لڑکے کو کسولی پہاڑ پر علاج کے لئے بھجوایا - اور وہ اپنے علاج کا کورس پورا کرکے قادیان واپس آگیا اور بظاہر اچھا ہوگیا - مگر کچھ عرصہ کے بعد اُس میں اچانک مخصوص بیماری یعنی ہائیڈروفوبیا[۵۱] کے آثار پیدا ہو گئے - حضرت مسیح موعودؑ نے اُس کے لئے دعا فرمائی اور ساتھ ہی مدرسہ کے ہیڈ ماسٹر کو حکم دیا کہ کسولی کے ڈاکٹر کو تار دیکر عبدالکریم کی حالت بتائی جائے اور علاج کے متعلق مشورہ پُوچھا جائے - کسولی سے تار کے ذریعہ جواب آیا کہ :-

ساری نتھنگ کین بی ڈن فار عبدالکریم[۵۲]

" یعنی افسوس ہے کہ بیماری کے حملہ کے بعد عبدالکریم کا کوئی علاج نہیں "

اِس پر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ :-

" اُن کے پاس علاج نہیں - مگر خُدا کے پاس تو علاج ہے "

چنانچہ حضورؑ نے بڑے درد کے ساتھ اس بچّے کی شفایابی کے لئے دُعا فرمائی اور ظاہری علاج کے طور پر خدائی اِلقاء کے ماتحت کچھ دوا بھی دی - خدا کی قدرت سے یہ بچّہ حضور کی دُعا سے بالکل تندرست ہوگیا یا یُوں کہو کہ مُردہ زندہ ہوگیا - اور اس کے بعد وہ کافی لمبی عمر پاکر فوت ہؤا -

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۴۸)

اِس واقعہ کے تعلق میں ایک اور ضمنی واقعہ بھی دلچسپ اور قابلِ ذکر ہے - میر سید

---

۵۱ Hydrophobia
۵۲ Sorry! Nothing can be done for Abdul Karim

حبیب اللہ شاہ صاحب مرحوم جب لاہور میڈیکل کالج میں پڑھتے تھے اور کلاس میں ہائیڈروفوبیا کی بیماری کا ذکر آیا تو حبیب اللہ شاہ صاحب مرحوم نے اپنے ایک ہم جماعت طالب علم سے عبدالکریم کا واقعہ بیان کیا۔ اُن کے کلاس فیلو نے ضد میں آکر اُن سے کہا کہ یہ کوئی بات نہیں۔ ہائیڈروفوبیا کا علاج بھی ہو سکتا ہے۔ سیّد حبیب اللہ شاہ صاحب نے دوسرے دن اپنے کلاس فیلو کا نام لینے کے بغیر مگر اُس کے سامنے اپنے انگریز پروفیسر سے پُوچھا کہ اگر کسی شخص کو دیوانہ کُتّا کاٹ لے اور اُس کے نتیجہ میں اُسے بیماری کا حملہ ہو جائے تو کیا اُس کا بھی کوئی علاج ہے؟ پروفیسر صاحب نے چھُٹتے ہی جواب دیا کہ:-

نتھنگ آن اَرتھ کین سیو ہِم ؎۱

"یعنی اُسے دُنیا کی کوئی طاقت بچا نہیں سکتی۔"

اس جگہ یاد رکھنا چاہیئے کہ معجزہ کے یہ معنی نہیں کہ کسی زمانہ اور کسی قسم کے حالات میں بھی کوئی انسان اس جیسا کام نہ کر سکے یا اس جیسی چیز نہ لا سکے۔ بلکہ اگر ایک مخصوص زمانہ میں کوئی چیز ناممکن سمجھی جاتی ہے اور اُس زمانہ کا کوئی انسان اُس پر قادر نہیں اور وہ اُس وقت تک کے حالات کے ماتحت بشری طاقت سے بالا خیال کی جاتی ہے تو اگر ایسی بات کوئی مامور من اللہ اپنی دُعا اور رُوحانی توجہ کے ذریعہ کر گذرے تو وُہ یقیناً معجزہ سمجھی جائے گی خواہ بعد کے کسی زمانہ میں وہ چیز دُنیا کے لئے ممکن ہی ہو جائے۔ مثلاً بیماریوں کے علاج کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:-

لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ اِلَّا الْمَوْت۔ (مسند احمد)

"یعنی خواہ لوگوں کو معلوم ہو یا نہ ہو خدا نے ہر بیماری کے لئے نیچر میں کوئی نہ کوئی علاج مقرر کر رکھا ہے۔ ہاں جب کسی کی موت کا مقدّر وقت آجائے تو وہ اٹل ہے جس کا کوئی علاج نہیں۔"

پس اگر آئندہ چل کر مرض ہائیڈروفوبیا کا کوئی علاج دریافت ہو جائے تو پھر بھی حضرت مسیح موعودؑ کے اس معجزہ پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ اپنے زمانہ کے لحاظ سے واقعی ایک معجزہ تھا جس کا جواب لانے کے لئے اُس وقت کی دُنیا عاجز تھی۔ اِس کے مقابل پر بعض معجزات ایسے بھی ہوتے ہیں جو ہر زمانہ میں دُنیا کو عاجز کر دینے کی صفت میں لاجواب رہتے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید کے ظاہری اور معنوی کمالات کا معجزہ۔ اقتداری پیشگوئیوں کا معجزہ۔ بالمقابل دعا کی قبولیت کا معجزہ۔ ہر حال میں رسولوں کے غلبہ کا معجزہ۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا نے اِن دونوں قسم کے معجزے عطا فرمائے۔

(۱۶)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ آریہ قوم کی دشمنی سب کو معلوم ہے۔ اِس قوم نے ہر میدان میں حضرت مسیح موعودؑ سے شکست کھائی اور سینکڑوں نشان دیکھے مگر اپنی ازلی شقاوت کی وجہ سے حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت میں ہر آن ترقی کرتی گئی۔ اِس قوم کا ایک فرد قادیان میں رہتا تھا جس کا نام لالہ شرم پت تھا۔ لالہ صاحب حضرت مسیح موعودؑ سے اکثر ملتے رہتے تھے اور آپ کی بہت سی پیشگوئیوں کے گواہ تھے۔ مگر جب بھی حضرت مسیح موعودؑ نے ان کو شہادت کے لئے بلایا انہوں نے پہلو تہی کی۔ یعنی نہ تو اقرار کی جرأت کی اور نہ انکار کی ہمت پائی۔ مگر کٹّر آریہ ہونے کے باوجود حضرت مسیح موعودؑ ان کا بہت خیال رکھتے تھے اور بڑی ہمدردی فرماتے تھے۔ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی مرحومؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ لالہ شرم پت صاحب بہت بیمار ہو گئے اور اُن کے پیٹ پر ایک خطرناک قسم کا پھوڑا نکل آیا اور وہ سخت گھبرا گئے اور اپنی زندگی سے مایوس ہونے لگے۔ جب حضرت مسیح موعودؑ کو اُن کی بیماری کا علم ہُوا تو حضور خود اُن کی عیادت کے لئے اُن کے تنگ و تاریک مکان پر تشریف لے گئے اور اُنہیں تسلّی دی اور اُنکے علاج کے لئے اپنے ڈاکٹر کو مقرر کر دیا کہ وہ لالہ صاحب کا باقاعدگی کے ساتھ علاج کریں۔ اِن ڈاکٹر صاحب کا نام ڈاکٹر محمد عبداللہ تھا اور قادیان میں اُس وقت وہی اکیلے ڈاکٹر تھے۔ اِس کے بعد حضرت مسیح موعودؑ ہر روز لالہ صاحب کی عیادت کے لئے اُن کے مکان پر تشریف لے جاتے رہے۔ اُن ایّام میں لالہ شرم پت صاحب کی گھبراہٹ کی یہ حالت تھی کہ اسلام کا دشمن ہونے کے باوجود جب بھی حضورؑ ان کے پاس جاتے تھے وہ حضورؑ سے عرض کیا کرتے تھے کہ "حضرت جی میرے لئے دُعا کریں"۔ اور حضرت مسیح موعودؑ ہمیشہ اُن کو تسلّی دیتے تھے اور دُعا بھی فرماتے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی یہ عیادت اُسوقت تک جاری رہی کہ لالہ صاحب بالکل صحت یاب ہو گئے۔

(شمائل حضرت مسیح موعودؑ مصنفہ عرفانی صاحب)

دوست غور کریں کہ اِس سے بڑھ کر ایک دشمن قوم کے فرد کے ساتھ رواداری اور ہمدردی اور دلداری کا سلوک کیا ہو سکتا ہے؟

(۱۷)

قادیان کے آریوں کا ایک اور واقعہ بھی بڑا دلچسپ اور ایمان افروز ہے۔ جب حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کے مطابق پنڈت لیکھرام کی موت واقع ہوئی تو آریہ قوم کی مخالفت اور بھی تیز ہو گئی اور قادیان کے آریوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف ایک اخبار نکالنا شروع کیا جس کا نام شبھ چنتک تھا۔ یہ اخبار جو تین کٹّر آریہ سومراج اور اچھر چند اور بھگت رام باہم مل کر نکالتے تھے حضرت مسیح موعودؑ اور جماعت احمدیہ کے خلاف گندے اعتراضوں اور گالیوں اور افتراؤں سے بھرا ہوا ہوتا تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اِس پر ایک رسالہ "قادیان کے آریہ اور ہم" کے نام سے لکھا اور اِن لوگوں کو شرافت اور انصاف کی تلقین کی اور کذب بیانیوں اور افترا پردازیوں سے باز رہنے کی نصیحت فرمائی۔ مگر ان کی ناپاک روش میں فرق نہ آیا۔ اُنہی دنوں کے قریب قادیان میں طاعون کی وبا پھُوٹی اور حضرت مسیح موعودؑ نے خدا سے علم پاکر پیشگوئی فرمائی کہ اللہ تعالیٰ مجھے طاعون سے محفوظ رکھے گا۔ اور اسی طرح میرے گھر کے اندر رہنے والے لوگ بھی طاعون سے محفوظ رہیں گے۔ چنانچہ اِس بارے میں خدائی وحی کے الفاظ یہ تھے کہ:-

اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔ (کشتی نوح)

"یعنی میں جو زمین و آسمان کا خدا ہوں۔ تیری اور تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر رہنے والے تمام لوگوں کی طاعون سے حفاظت کرونگا۔"

مگر خدا بُرا کرے تعصب کا کہ وہ انسان کی آنکھوں پر عداوت کی پٹّی باندھ کر اُسے اندھا کر دیتا ہے۔ چنانچہ جب اخبار شبھ چنتک کے ایڈیٹر اور مینیجر وغیرہ نے یہ پیشگوئی سُنی تو غرور میں آکر اور جوشِ عداوت میں اندھے ہو کر اچھر چند مینیجر اخبار شبھ چنتک نے کہا "یہ بھی کوئی پیشگوئی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ مَیں بھی طاعون سے محفوظ رہوں گا۔" اس کے چند دن بعد ہی قادیان میں طاعون نے زور پکڑا اور اخبار شبھ چنتک کے سارے رکن اس موذی مرض میں مبتلا ہو گئے۔ اور جب اُن میں سے اچھر چند جس نے یہ بڑا بول بولا تھا اور اس کا ساتھی بھگت رام مر گئے اور سومراج ایڈیٹر شُبھ چنتک ابھی بیمار پڑا تھا تو اُس نے گھبرا کر قادیان کے ایک قابل احمدی حکیم مولوی عبید اللہ صاحب بسمل مرحوم کو کہلا بھیجا کہ میں بیمار ہوں آپ مہربانی فرما کر میرا علاج کریں۔ مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں ایک عریضہ لکھ کر پُوچھا کہ سومراج ایڈیٹر شُبھ چنتک طاعون سے بیمار ہے اور اُس نے مجھ سے علاج کرنے کے لئے درخواست کی ہے۔ حضور کا اِس بارے میں کیا ارشاد ہے؟ حضرت مسیح موعودؑ نے جواب میں فرمایا:-

"آپ علاج ضرور کریں کیونکہ انسانی ہمدردی کا تقاضا ہے۔ مگر مَیں آپ کو بتائے دیتا ہوں کہ یہ شخص بچے گا نہیں۔"

چنانچہ بسمل صاحب کے ہمدردانہ علاج کے باوجود سومراج اُسی شام کو یا اگلے دن مر کر اپنے بدنصیب ساتھیوں سے جا ملا۔

("الحکم" ۱۰ر اپریل ۱۹۰۷ء بشمول روایت مرزا اسلام اللہ بیگ صاحب)

اِس عجیب و غریب واقعہ میں دو عظیم الشان سبق ہیں۔ ایک سبق حضرت مسیح موعود کی غیر معمولی انسانی ہمدردی کا ہے کہ اپنے اشد ترین مخالف اور بدترین دشمن کے علاج کیلئے اپنے ایک مُرید کو ہدایت فرمائی۔ اور دُوسرا سبق خدائی غیرت کا ہے کہ اِدھر اِن لوگوں نے حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی پر ہنسی اُڑائی بلکہ اُن میں سے ایک نے آپ کے مقابل پر ازراہِ افتراء ایک جھوٹی پیشگوئی کا بھی اعلان کیا اور اُدھر خدا نے فوراً ان سب کو طاعون میں مبتلا کر کے ایک دو دن میں ہی اُن کا خاتمہ کر دیا۔ اور خدا کا یہ شاندار وعدہ بڑے آب و تاب کے ساتھ پُورا ہُوا کہ:-

کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ۔

(سورۂ مجادلہ آیت ۲۲)

"یعنی خدا نے یہ بات مقدّر کر رکھی ہے کہ مَیں اور میرے رسول ہمیشہ اپنے مخالفوں کے مقابل پر غالب آئیں گے۔"

؎۱ Nothing On earth Can Save him

6

(۱۸)

لیکن اس عجیب و غریب دوہرے سین کے باوجود جس میں ایک طرف انتہائی مخالفت کا نظارہ ہے۔ اور دوسری طرف انتہائی غلبہ کا منظر ہے حضرت مسیح موعودؑ نے ہر قوم کے لئے صلح و آشتی کا ہاتھ بڑھایا اور ہر مذہب و ملّت کے بانی کو انتہائی عزّت و اکرام سے یاد کیا۔ بلکہ آپ نے عالمگیر امن اور صلح کی بنیاد رکھتے ہوئے قرآن مجید سے یہ زرّین اصول استدلال کر کے پیش کیا کہ چونکہ خدا ساری دنیا کا خدا ہے اس لئے اُس نے کسی قوم سے بھی سوتیلے بیٹوں والا سلوک نہیں کیا۔ بلکہ ہر قوم کی طرف رسُول بھیجے اور ہر طبقہ کی ہدایت کا سامان مہیا کیا۔ چنانچہ قرآن واضح الفاظ میں فرماتا ہے کہ:۔

وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیۡہَا نَذِیۡرٌ ٥ (سورۂ فاطر آیت ۲۴)

"یعنی دنیا کی کوئی قوم بھی ایسی نہیں جس کی طرف خدا نے کوئی مصلح نہ بھیجا ہو۔"

لیکن خدا کی وحدانیت کا یہ تقاضا تھا کہ جب مختلف قوموں میں ترقی کا شعور پیدا ہو جائے اور ان کے دماغی قویٰ پختگی حاصل کرنے لگیں اور ایک عالمگیر شریعت کو سمجھنے اور قبول کرنے کی صلاحیت کا زمانہ آجائے اور دُنیا کی منتشر قوموں کو ایک دوسرے کی طرف حرکت پیدا ہو اور رسل و رسائل کے وسائل بھی وسیع ہونے شروع ہو جائیں تو پھر حضرت افضل الرسل خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ایک دائمی اور عالمگیر شریعت نازل کر کے اور بالآخر آپ کے نائب حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ اِس شریعت کی دنیا بھر میں اشاعت کرا کے ساری قوموں کو ایک جھنڈے کے نیچے جمع کیا جائے۔ تا جس طرح دنیا کا خدا ایک ہے اُس کا رسول بھی ایک ہو اور اُس کی شریعت بھی ایک۔ اور ایسا ہو کہ مختلف قوموں اور مختلف ملکوں کی قومی اور ملکی تہذیب و تمدن کے جزوی اختلاف کے باوجود اُن کا مرکزی نقطہ ایک رہے اور اخوّت کی تاریں ساری دُنیا کو ایک دوسرے کے ساتھ باندھے رکھیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ اِس معاملے میں ایک زبردست پیشگوئی کا اعلان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ دوست غور سے سنیں کہ کس تحدّی سے فرماتے ہیں:۔

"اے تمام لوگو! سُن رکھو کہ یہ اُس خدا کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اِس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دیگا اور حجّت اور بُرہان کی رو سے سب پر اُن کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دُنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزّت کے ساتھ یاد کیا جائیگا۔ خدا اِس مذہب (اسلام) اور اِس سلسلہ (احمدیہ) میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک کو جو اِس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہانتک کہ قیامت آجائے گی۔ ..... دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھیگا اور پھُولے گا۔ اور کوئی نہیں جو اُس کو روک سکے۔"

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۴ و ۶۵)

(۱۹)

دوسرے نبیوں کی نبوّت تو سب مسلمانوں میں مسلّم ہی ہے چنانچہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل اور حضرت یعقوب اور حضرت موسٰی اور حضرت عیسٰی علیہم السلام کے سامنے تمام مسلمانوں کی گردنیں عزت و احترام کے ساتھ جھکتی ہیں۔ لیکن اِسی قرآنی اصول کے مطابق کہ خدا تعالیٰ نے ہر ملک و قوم میں مختلف وقتوں میں اپنے رسول بھیجے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدائی انکشاف کے ماتحت ہندوستان کے مشہور قدیم مصلح حضرت کرشن کی نبوت کو بھی تسلیم کیا اور اُنہیں ایک پاکباز خدا رسیدہ بزرگ کے طور پر پیش کیا جو قرآنی زمانہ سے پہلے خدا کا ایک سچا نبی اور اوتار تھا۔ اور اس طرح آپ نے الٰہی منشاء کے مطابق ایک اور بڑی قوم کو عالمگیر رُوحانی اخوّت کے دائرہ میں کھینچ لیا۔ بیشک کرشن جی کو ماننے والے لوگ اس وقت یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) کے انکار کی وجہ سے ہدایت کے رستہ کو چھوڑ چکے ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بار بار صراحت فرمائی ہے کہ اِس مذہب کی اصل صداقت پر قائم تھی اور کرشن خدا تعالیٰ کا ایک برحق رسول تھا جو قدیم زمانہ میں آریہ ورت کی اصلاح کے لئے مبعوث کیا گیا تھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"راجہ کرشن جیسا کہ میرے پر (خدا کی طرف سے) ظاہر کیا گیا ہے درحقیقت ایک ایسا کامل انسان تھا جس کی نظیر ہندوؤں کے کسی رشی اور اوتار میں نہیں پائی جاتی۔ وہ اپنے وقت کا اوتار یعنی نبی تھا جس پر خدا کی طرف سے روح القدس اُترتا تھا۔ وہ خدا کی طرف سے فتح مند اور با اقبال تھا جس نے آریہ ورت کی زمین کو پاپ سے صاف کیا۔ وہ اپنے زمانہ کا درحقیقت نبی تھا جس کی تعلیم کو پیچھے سے بہت سی باتوں میں بگاڑ دیا گیا۔ وہ خدا کی محبّت سے پُر تھا اور نیکی سے دوستی اور شر سے دشمنی رکھتا تھا۔" (لیکچر سیالکوٹ)

اسی طرح آپ نے ہندوستان کے ایک اور بڑے مگر جدید مذہبی بزرگ اور سکھ قوم کے بانی حضرت باوا نانک علیہ الرحمۃ کی نیکی اور ولایت کو بھی تسلیم کیا اور اِس بات کو دلائل کے ساتھ ثابت کیا کہ حضرت باوا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے دِلی معترف تھے اور انہوں نے ہندو قوم میں اپنے مخصوص صوفیانہ طریق پر نیکی اور پاکبازی اور اخلاقِ حسنہ اور رُوحانیت کے پھیلانے کی کوشش کی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"باوا نانک ایک نیک اور برگزیدہ انسان تھا اور اُن لوگوں میں سے تھا جن کو خُدائے عزّ وجل اپنی محبّت کا شربت پلاتا ہے۔ ...... بلاشبہ باوا نانک صاحب کا وجود ہندوؤں کے لئے خدا کی طرف سے ایک رحمت تھا جس نے اُس نفرت کو دُور کرنا چاہا جو اسلام کی نسبت ہندوؤں کے دِلوں میں تھی۔"

(رسالہ پیغام صلح)

(۲۰)

اسی طرح قرآن کے مندرجہ بالا زرّین اصول کے ماتحت جماعت احمدیہ اپنے مقدس بانی کی اقتداء میں چین کے کنفیوشس اور ایران کے زرتشت اور ہندوستان کے دوسرے مذہبی پیشوا گوتم بُدھ کی بزرگی کو بھی فی الجملہ تسلیم کرتی اور اُن کے متعلق محبّت اور عقیدت کے جذبات رکھتی ہے۔

درحقیقت قرآنی تصریح کے علاوہ حضرت مسیح موعودؑ کی یہ بھی تعلیم تھی کہ جس مذہبی پیشوا اور مامور الٰہی کو لاکھوں کروڑوں انسانوں نے قبول کر لیا اور اُن کی صداقت دنیا میں قائم ہو کر وسیع علاقہ میں پھیل گئی اور راسخ ہوگئی اور غیر معمولی طور پر لمبے زمانہ تک اُن کی مقبولیت کا سلسلہ چلتا چلا گیا اُن کے متعلّق قرآنی صراحت کے علاوہ عقلاً بھی یہ بات تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ اُن کی اصل ضرور حق و صداقت پر مبنی تھی۔ کیونکہ ایک جھُوٹے اور مفتری انسان کو کبھی بھی ایسی غیر معمولی قبولیت حاصل نہیں ہو سکتی۔

حضرت مسیح موعودؑ کی اس بے نظیر تعلیم نے جماعت احمدیہ کے نظریات میں گویا ایک انقلابی صورت پیدا کر کے دُنیا میں ایک عالمگیر امن اور آشتی کی بنیاد قائم کر دی ہے۔ بیشک فی الحال اِس نظریہ نے ہماری مخالفت کا دائرہ بہت وسیع کر دیا ہے اور ہمیں گویا ایک عالمگیر آگ کے گھیرے میں لے لیا ہے۔ کیونکہ ہر قوم ہمیں اپنا رقیب اور حریف سمجھ کر ہم پر حملہ آور ہو رہی ہے۔ مگر انشاء اللہ یہی نظریہ بالآخر عالمگیر اخوّت کی بنیاد بنے گا۔ اور حضرت سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آپ کے نائب اور بروز حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ دُنیا ایک جھنڈے کے نیچے آجائے گی۔ تب مسیحِ محمدی کا یہ قول پورا ہوگا کہ:۔

"دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ مَیں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھُولے گا اور کوئی نہیں جو اُس کو روک سکے۔"

میں شاید اپنے اصل مضمون سے کچھ ہٹ گیا ہوں۔ کیونکہ میرا مضمون حضرت مسیح موعود بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے اخلاق و عادات اور آپ کے جستہ جستہ حالات اور آپ کی مجلس کے کوائف اور آپ کے خاص خاص اقوال کے بیان کرنے سے تعلق رکھتا ہے۔ مگر مَیں اِس جگہ بظاہر اپنا رستہ چھوڑ کر بعض اصولی باتوں میں منہمک ہو گیا ہوں۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو جو باتیں میں نے اُوپر بیان کی ہیں اُن کا میری تقریر کے موضوع کے ساتھ گہرا نفسیاتی جوڑ ہے کیونکہ یہ باتیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فطری رجحان اور پاک نظریات پر بھاری روشنی ڈالتی ہیں اور اس بات پر ایک قطعی دلیل ہیں کہ آپ کا قلبِ مطہر ایک طرف اپنے خالق و مالک کے ساتھ نہایت گہرا پیوند رکھتا تھا اور دوسری طرف اس کی تاریں دنیا بھر کی مخلوق کو اِس طرح اپنے گھیرے میں لئے ہوئے تھیں کہ کوئی فرقہ اور کوئی طبقہ اور کوئی گروہ اُن کے مخلصانہ اور محبانہ ارتباط سے باہر نہیں رہا۔ آپ نے سچائی کی خاطر ہر قوم کی دشمنی سہیڑی مگر باوجود اس کے ہر قوم سے دِلی محبّت کی اور اپنے بے لوث اخلاق کو کمال تک پہنچا دیا۔ مگر ضروری ہے کہ میں اپنے مضمون کے ابتدائی حصہ کی طرح بعض جزوی باتیں بھی بیان کروں تاکہ اصول کے ساتھ جزئیات کی چاشنی بھی قائم رہے۔ اور مَیں اب اِنہی کی طرف پھر دوبارہ رجوع کرتا ہوں۔

(۲۱)

غالباً ۱۶-۱۹۱۵ء کی بات ہے کہ قادیان میں آل انڈیا ینگ مین کرسچن ایسوسی ایشن کے سیکرٹری مسٹر ایچ۔ اے۔ والٹر تشریف لائے۔ اُن کے ساتھ لاہور کے ایف سی کالج کے وائس پرنسپل مسٹر لوکاس

Scene

بھی تھے۔ مسٹر والٹر ایک کٹر مسیحی تھے اور سلسلہ احمدیہ کے متعلق ایک کتاب لکھکر شائع کرنا چاہتے تھے جب وہ قادیان آئے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملے اور تحریک احمدیت کے متعلق بہت سے سوالات کرتے رہے اور دورانِ گفتگو میں کچھ بحث کا سا رنگ بھی پیدا ہو گیا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے قادیان کے مختلف ادارہ جات کا معائنہ کیا اور بالآخر مسٹر والٹر نے خواہش ظاہر کی کہ میں بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے کسی پُرانے **صحبت یافتہ عقیدتمند** کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ قادیان کی مسجد مبارک میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک قدیم اور فدائی صحابی **منشی محمد اروڑا صاحبؓ** سے اُن کی ملاقات کرائی گئی۔ اُس وقت منشی صاحب مرحوم نماز کے انتظار میں مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ رسمی تعارف کے بعد مسٹر والٹر نے منشی صاحب موصوف سے دریافت کیا کہ:۔

"آپ مرزا صاحب کو کب سے جانتے ہیں اور آپ نے اُن کو کس دلیل سے مانا اور اُن کی کس بات نے آپ پر زیادہ اثر کیا؟"

منشی صاحب نے جواب میں بڑی سادگی سے فرمایا:۔

"میں حضرت مرزا صاحب کو اُن کے دعویٰ سے پہلے کا جانتا ہوں۔ میں نے **ایسا پاک اور نورانی انسان کوئی نہیں دیکھا**۔ اُن کا نور اور اُن کی مقناطیسی شخصیت ہی میرے لئے اُن کی سب سے بڑی دلیل تھی۔ ہم تو اُن کے مُنہ کے بھوکے تھے۔"

یہ کہہ کر حضرت منشی صاحب **حضرت مسیح موعودؑ کی یاد** میں بے چین ہو کر اِس طرح رونے لگے کہ جیسے ایک بچہ اپنی ماں کی جُدائی میں بلک بلک کر روتا ہے۔ اُس وقت مسٹر والٹر کا یہ حال تھا کہ یہ نظارہ دیکھ کر اُن کا **رنگ سفید پڑ گیا** تھا۔ اور وہ محوِ حیرت ہو کر منشی صاحب موصوف کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے رہے۔ اور ان کے دِل میں منشی صاحب کی اِس سادہ سی بات کا اتنا اثر تھا کہ بعد میں انہوں نے اپنی کتاب "احمدیہ موومنٹ" میں اِس واقعہ کا خاص طور پر ذکر کیا اور لکھا کہ:۔

"مرزا صاحب کو ہم غلطی خوردہ کہہ سکتے ہیں مگر جس شخص کی صحبت نے اپنے مریدوں پر ایسا گہرا اثر پیدا کیا ہو اُسے ہم دھوکے باز ہرگز نہیں کہہ سکتے۔"

(احمدیہ موومنٹ مصنّفہ مسٹر ایچ۔ اے۔ والٹر)

دراصل اگر انسان کی نیّت صاف ہو۔ اور اُس کے **دل و دماغ کی کھڑکیاں** کھلی ہوں تو بسا اوقات ایک پاکباز شخص کے **چہرہ کی ایک جھلک** یا اُس کے **مُنہ کی ایک بات** ہی انسان کے دل کو منوّر کرنے کے لئے کافی ہو جاتی ہے۔ انبیاء اور اولیاء کی تاریخ ایسی باتوں سے معمور ہے کہ ایک شخص مخالفت کے جذبات لے کر آیا اور پھر پہلی نظر میں ہی یا پہلے فقرہ پر ہی **گھائل** ہو کر رہ گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی ایک نظم میں فرماتے ہیں:۔

صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں ✽ اِک نشاں کافی ہے گر دِل میں ہو خوفِ کردگار

(براہین احمدیہ حصّہ پنجم)

(۲۲)

حضرت مولوی **سیّد محمد سرور شاہ صاحبؓ** جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک بزرگ صحابی اور جماعت احمدیہ کے ایک جیّد عالم تھے فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ مردان کا ایک شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اوّلؓ کی طب کا شہرہ سُن کر آپ سے علاج کرانے کی غرض سے قادیان آیا۔ یہ شخص **حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سخت ترین دشمن** تھا اور بمشکل قادیان آنے پر رضامند ہُوا تھا۔ اور اُس نے قادیان آ کر اپنی رہائش کے لئے مکان بھی احمدی محلہ سے باہر لیا۔ جب حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے علاج سے اُسے خدا کے فضل سے افاقہ ہو گیا اور وہ اپنے وطن واپس جانے کے لئے تیار ہُوا تو اُس کے ایک احمدی دوست نے اُسے کہا کہ تم نے حضرت مسیح موعودؑ کو تو دیکھنا پسند نہیں کیا مگر **ہماری مسجد تو دیکھتے جاؤ**۔ وہ اِس بات کے لئے رضامند ہو گیا۔ مگر یہ شرط کی کہ مجھے ایسے وقت میں مسجد دکھاؤ کہ جب مرزا صاحب مسجد میں نہ ہوں۔ چنانچہ یہ صاحب اُسے ایسے وقت میں قادیان کی **مسجد مبارک** دکھانے کے لئے لے گئے کہ جب نماز کا وقت نہیں تھا اور مسجد خالی تھی۔ مگر قدرتِ خدا کا کرنا یہ ہُوا کہ اِدھر یہ شخص مسجد میں داخل ہُوا اور اُدھر حضرت مسیح موعودؑ کے مکان کی کھڑکی کھلی اور حضور کسی کام کے تعلّق میں اچانک مسجد میں تشریف لے آئے۔ جب اُس شخص کی نظر حضرت مسیح موعودؑ پر پڑی تو وہ **حضور کا نورانی چہرہ** دیکھتے ہی بے تاب ہو کر حضور کے قدموں میں آگرا۔ اور اُسی وقت بیعت کرلی۔

(سیرۃ المہدی حصّہ اوّل روایت ۷۳)

اِس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر حال میں ہر شخص اسی قسم کا اثر قبول کرتا ہے کیونکہ اگر ایسا ہو تو کوئی شخص بھی صداقت کا منکر نہیں رہ سکتا۔ بلکہ یہ خاص حالات کی باتیں ہیں جب کہ ایک طرف کسی نبی یا ولی کے چہرہ پر خاص انوارِ الٰہی کا نزول ہو رہا ہو۔ اور اُس کی قوّتِ مؤثرہ پُورے جوبن اور جوش کی حالت میں ہو۔ اور دُوسری طرف اثر قبول کرنے والے شخص کا دِل صاف ہو اور اُس کی **قوّتِ متاثرہ** پوری طرح بیدار ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں حضرت **ابوبکر** رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی پہلی آواز پر ہی قبول کر لیا اور لبیک لبیک کہتے ہوئے آپ کے قدموں میں آگرے اور **خدائی رحمت** کے طالب ہوئے وہاں **ابوجہل** ایک ہی شہر میں پہلو بہ پہلو رہتے ہوئے آخر وقت تک آپ کی مخالفت پر جما رہا۔ اور **عذاب کے نشان** کا طالب ہو کر یہی کہتا ہُوا مرگیا کہ اگر تو سچّا ہے تو ہم پر **آسمان سے پتھروں کی بارش** برسا۔ اِس سے ظاہر ہے کہ اگر انسان کی اپنی آنکھیں بند ہوں تو اس کے لئے **سورج کی روشنی** بھی بیکار ہو کر رہ جاتی ہے۔

حافظ شیرازی نے کیا خوب کہا ہے:۔

حسن ز بصرہ۔ بلال از حبش۔ صُہیب از روم
ز خاکِ مکّہ ابوجہل۔ ایں چہ بُوالعجبی ست!

"یعنی یہ عجیب قدرتِ خداوندی ہے کہ حسنؓ نے بصرہ سے آکر اور بلالؓ نے حبشہ میں پیدا ہو کر اور صہیبؓ نے روم سے اُٹھ کر رسولِ پاکؐ کو قبول کر لیا مگر ابوجہل مکّہ کی خاک میں جنم لینے کے باوجود صداقت سے محروم رہا!"

پس جو لوگ خدائی نور سے منوّر ہونا چاہتے ہیں اُنہیں چاہیئے کہ اپنی آنکھیں ہمیشہ کھلی رکھیں۔ ورنہ ہزار سورج کی روشنی بھی اُنہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ قرآنِ مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منکروں کے متعلق کس حسرت کے ساتھ فرماتا ہے کہ:۔

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ[1]

"یعنی ہائے افسوس لوگوں پر کہ کوئی رسول بھی ایسا نہیں آیا (حتیٰ کہ ہمارا خاتم النبیین بھی) انہوں نے جس کا انکار کر کے اُس پر ہنسی نہ اُڑائی ہو۔"

(۲۳)

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی نے ایک دفعہ مجھ سے بیان کیا اور بعض اوقات مجلس میں بھی بیان فرماتے رہے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک ہندو جو گجرات کا رہنے والا تھا ایک برات کے ساتھ قادیان آیا۔ یہ شخص **علم توجّہ** یعنی ہپنوٹزم[2] کا بڑا ماہر تھا۔ اُس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اِس وقت ہم لوگ اتفاق سے قادیان آئے ہوئے ہیں۔ چلو مرزا صاحب سے بھی ملتے چلیں۔ اُس کا منشاء یہ تھا کہ لوگوں کے سامنے حضرت مسیح موعودؑ پر توجہ کا اثر ڈال کر حضور سے بھری مجلس میں کوئی ایسی نازیبا حرکت کرائے جس سے لوگوں پر حضور کا رُوحانی اور اخلاقی اثر زائل ہو جائے۔ جب وہ مسجد میں حضور سے ملا تو اُس نے حضور کے سامنے بیٹھ کر خاموشی کے ساتھ حضور پر اپنی توجّہ کا اثر ڈالنا شروع کیا۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ **پوری دِلجمعی** کے ساتھ اپنی گفتگو میں مصروف رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس شخص کے بدن پر کچھ لرزہ آیا اور اس کے مُنہ سے کچھ **خوف کی آواز** بھی نکلی۔ لیکن وہ سنبھل گیا۔ اور پھر زیادہ زور کے ساتھ توجّہ ڈالنی شروع کی۔ اِس پر اُس نے ایک چیخ ماری اور بے تحاشا مسجد سے بھاگتا ہُوا نیچے اُتر گیا۔ اُس کے ساتھی اور بعض دوسرے لوگ بھی اُس کے پیچھے گئے اور اُس کو پکڑ کر سنبھالا۔ جب اُس کے ہوش ٹھکانے ہوئے تو بعد میں اُس نے بیان کیا کہ **میں علم توجہ کا بڑا ماہر ہوں**۔ میں نے ارادہ کیا تھا کہ مرزا صاحب پر توجّہ ڈال کر اُن سے مجلس میں کوئی نازیبا حرکت کراؤں۔ مگر جب میں نے اُن پر توجّہ ڈالی تو میں نے دیکھا کہ میرے سامنے **ایک شیر کھڑا** ہے۔ میں اُسے اپنا وہم قرار دیکر سنبھل گیا اور پھر دوبارہ توجّہ ڈالنی شروع کی۔ اِس پر میں نے دیکھا کہ وہ شیر میری طرف بڑھ رہا ہے جس سے میرا بدن لرز گیا۔ مگر میں نے پھر اپنے آپ کو سنبھالا اور اپنی ساری طاقت اور ساری توجہ مجتمع کر کے اور اپنا سارا زور لگا کر مرزا صاحب پر توجّہ ڈالی۔ اُس وقت میں نے دیکھا کہ وہ شیر خوفناک صورت میں مجھ پر اِس طرح حملہ آور ہُوا ہے کہ گویا مجھے ختم کرنا چاہتا ہے جس پر میرے مُنہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی اور میں مسجد سے بھاگ اُٹھا۔ (سیرۃ المہدی روایت ۷۵۔ یہی روایت بعد میں کسی قدر اختلاف کے ساتھ تفسیر کبیر سورۂ شعراء زیرِ آیت ۴۳ میں بھی بیان ہوئی ہے)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرمایا کرتے ہیں کہ اِس کے بعد یہ شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا **بہت معتقد ہو گیا** اور جب تک زندہ رہا ہمیشہ بڑی عقیدت کے رنگ میں حضور کے ساتھ خط و کتابت رکھتا رہا۔ اور وہ بیان کیا کرتا تھا کہ مرزا صاحب بڑے خدا رسیدہ بزرگ ہیں جن کے سامنے میری ہپنوٹزم کی طاقت بالکل بیکار ثابت ہوئی۔

اِس روایت کے تعلّق میں ہمارے دوستوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ علمِ توجہ یعنی ہپنوٹزم دنیا کے علموں میں سے ایک لطیف علم ہے جس کا بنیادی ملکہ انسانی فطرت کے اندر قدرتی

[1] سورۂ یٰسٓ آیت ۳۱

[2] Hypnotism

طور پر پایا جاتا ہے۔ مگر یہ ملکہ عموماً مخفی اور مستور رہتا ہے۔ البتہ اسے مناسب مشق کے ذریعہ بیدار کیا جا سکتا اور بڑھایا جا سکتا ہے۔ اور بعض لوگ جن کی قوتِ ارادی زیادہ مضبوط ہوتی ہے اور اُن کے اندر توجہ جمانے یعنی کنسنٹریشن[۱] کا مادہ زیادہ پختہ ہوتا ہے وہ لمبی مشق کے ذریعہ اِس ملکہ میں کافی ترقی کر لیتے ہیں۔ لیکن بعض مثالیں ایسی بھی دیکھی گئی ہیں کہ بعض لوگوں میں بلکہ شاذ کے طور پر بعض نو عمر بچوں تک میں یہ ملکہ قدرتی طور پر بھی بیدار ہوتا ہے۔ اور وہ کسی قسم کی مشق کے بغیر ہی غیر شعوری رنگ میں توجہ جمانے اور اس کے اثرات پیدا کرنے میں ایک حد تک کامیاب ہو جاتے ہیں۔ مگر ایسی قدرتی حالت اگر اسے مشق کے ذریعہ قائم نہ رکھا جائے بالعموم جلد زائل ہو جاتی ہے بلکہ یہ فطری ملکہ بعض جانوروں تک میں پایا جاتا ہے چنانچہ سانپوں کی بعض اقسام اپنی آنکھوں کی توجہ کے ذریعہ اپنے شکار کو مسحور کر لیا کرتی ہیں۔

اس تعلق میں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ علمِ توجہ یعنی ہپنوٹزم کو حقیقی رُوحانیت سے جو خدا تعالیٰ کے ذاتی تعلق کا دُوسرا نام ہے کوئی واسطہ نہیں۔ بلکہ یہ علم دنیا کے علموں میں سے اسی طرح کا علم ہے جس طرح کہ طب یا ہیئت یا ہندسہ یا کیمسٹری یا فزکس وغیرہ دنیا کے علوم ہیں۔ اور ہر شخص خواہ وہ کسی مذہب و ملت سے تعلق رکھتا ہو اسے حاصل کر سکتا اور اپنی فطری استعداد کے مطابق مناسب مشق کے ذریعہ اس میں کافی مہارت پیدا کر سکتا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں میں سے کئی صوفیا اور ہندوؤں میں سے کئی جوگی اِس علم کے ماہر گذرے ہیں۔ اور اس علم کے ذریعہ بیماروں کا علاج بھی کرتے رہے ہیں اور یہی اِس علم کا بہترین استعمال ہے۔ اور آجکل یورپ و امریکہ کے لوگ بھی اِس علم میں کافی ترقی کر رہے ہیں اور قدیم زمانہ میں جو ساحر حضرت موسیٰؑ کے مقابل پر آئے تھے وہ بھی غالباً اسی علم کے ماہر تھے مگر عصائے موسوی کے سامنے اُن کا سحر ٹوٹ کر پاش پاش ہو گیا۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى۔ یعنی ان لوگوں نے ایک ساحرانہ چال چلی تھی مگر خدا کے رسولوں کے مقابلہ پر کوئی ساحر کامیاب نہیں ہو سکتا خواہ وہ کسی رستہ سے آئے۔"

(۲۴)

اسی تعلق میں مجھے ایک اور روایت بھی یاد آئی ہے۔ حضرت مولوی سیّد محمد سرور شاہ صاحبؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ جب ابتدا میں حضرت منشی احمد جان صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے لدھیانہ میں ملے تو چونکہ حضرت منشی صاحب علمِ توجہ کے بڑے ماہر سمجھے جاتے تھے اور اس علم کے ذریعہ مریضوں کا علاج بھی کیا کرتے تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُن سے دریافت کیا کہ آپ توجہ کے علم کے ماہر ہیں اِس علم میں آپکا سب سے بڑا کمال کیا ہے؟۔ منشی صاحب مرحوم بڑے منکسر المزاج صوفی فطرت کے نیک بزرگ تھے۔ انہوں نے ادب کے ساتھ عرض کیا کہ "حضرت مَیں یہ کر سکتا ہوں کہ اگر مَیں کسی شخص پر توجہ ڈالوں تو وُہ تڑپ کر زمین پر گر جاتا ہے۔" حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

"منشی صاحب! اِس سے اُس کی رُوحانیت کو کیا فائدہ پہنچا۔ اور آپ کی رُوحانیت کو کیا فائدہ پہنچا؟ اور اُس کے نفس کی پاکیزگی اور خدا کے تعلق میں کیا ترقی ہوئی؟"

حضرت منشی صاحب بڑی نکتہ رس طبیعت کے بزرگ تھے۔ بے ساختہ عرض کیا:۔

"حضرت! مَیں سمجھ گیا ہوں۔ یہ ایک ایسا علم ہے جسے حقیقی روحانیت سے واقعی کوئی تعلق نہیں۔"

یہ حضرت منشی احمد جان صاحب وہی بزرگ ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اعلیٰ رُوحانی مقام کو شناخت کر کے اور دنیا کی موجودہ ابتر حالت کو دیکھتے ہوئے حضور کے دعویٰ اور سلسلۂ بیعت سے بھی پہلے حضور کو مخاطب کر کے یہ شعر کہا تھا کہ:۔

"ہم مریضوں کی ہے تمہیں پہ نظر ⁂ تم مسیحا بنو خدا کے لئے"

حضرت مسیح موعودؑ تو خدا کی قدرت نمائی سے مسیح بن گئے مگر افسوس کہ حضرت منشی صاحب اِس سے پہلے ہی اِس دارِ فانی سے کوچ کر کے اپنے مولیٰ کے حضور جا پہنچے۔

(سیرۃ المہدی حصّہ اوّل روایت نمبر ۱۴۳)

(۲۵)

دوستو! جیسا کہ مَیں شروع میں بیان کر چکا ہوں میرے اِس مضمون کا عنوان "دُرِّ منثور" یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاق و عادات اور خاص خاص اقوال کے متعلق غیر مرتب ہوتی۔ اِس لئے اِس میں کسی ترتیب کا خیال نہ کریں۔ خدا تعالیٰ نے بعض صورتوں میں بکھری ہوئی چیزوں میں بھی غیر معمولی زینت ودیعت کر رکھی ہے۔ چنانچہ آسمان کے ستارے بظاہر بالکل غیر مرتب صورت میں بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مگر اُن میں اتنی خوبصورتی اور اتنی جاذبیت ہے کہ تاروں بھری رات کا نظارہ بعض اوقات انسان کو مسحور کر دیتا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید نے اہلِ جنّت کے نوخیز خدمت گاروں کے متعلق لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یعنی وہ اپنی خادمانہ مصروفیت میں اِدھر اُدھر گھومتے ہوئے یُوں نظر آئیں گے کہ گویا کسی نے مجلس میں موتیوں کا چھینٹا دے رکھا ہے خالقِ فطرت حُسن و جمال کی آرائیشوں کو سب سے بہتر سمجھتا ہے۔ اُس کی بنائی ہوئی چیزوں میں خواہ وہ مرتب ہیں یا بظاہر غیر مرتب بہترین حُسن کا نظارہ پایا جاتا ہے۔ اور اُس کی یہ بھی سُنّت ہے کہ بعض اوقات وہ اپنے بندوں کو جلال[۱] کے ذریعہ مسحور کرتا ہے اور بعض اوقات جمال[۲] کے ذریعہ اپنی طرف کھینچتا ہے۔ چنانچہ اُس کے رسولوں اور رسولوں کے خلیفوں میں بھی جلال و جمال کا لطیف دَور نظر آتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جلالی نبی تھے مگر اُن کے آخری خلیفہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جمالی صفات لیکر مبعوث ہوئے۔ اِسی طرح ہمارے آقا محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی بعثت کے لحاظ سے جلالی شان[۳] کے حامل تھے جن کے نُور کی زبردست کرنوں نے عرب کے وسیع ملک کو گویا آنکھ جھپکنے میں بُت پرستی کی ظلمت سے نکال کر توحید کی تیز روشنی سے منوّر کر دیا۔ لیکن آپ کا آخری خلیفہ اور اسلام کا خاتم الخلفاء یعنی مسیح محمدی جمال کی چادر میں لپٹا ہوُا آیا۔ چنانچہ آپ اپنی مشہور نظم میں جس میں آپ نے محبتِ الٰہی کے کرشموں کا ذکر کیا ہے فرماتے ہیں:۔

آں مسیحا کہ بر افلاک مقامش گویند ⁂ لُطف کردی کہ ازیں خاک نمایاں کردی

"یعنی لوگ تو مسیح کا ٹھکانا آسمان پر بتاتے ہیں اور اُس کے نزول کے منتظر ہیں۔ لیکن اے محبتِ الٰہی! تیرا یہ کمال ہے کہ تُونے مجھ خاک کے پُتلے کو زمین میں سے ہی ظاہر کر کے مسیحیّت کے مقام پر پہنچا دیا ہے۔"

دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فلسفۂ سلوک تمام کا تمام محبّت کے محور کے اردگرد گھومتا ہے۔ خدا سے محبّت۔ رسول سے محبّت۔ مخلوق سے محبّت۔ عزیزوں سے محبّت۔ ہمسایوں سے محبّت۔ دوستوں سے محبّت۔ دشمنوں سے محبّت۔ افراد سے محبّت۔ قوموں سے محبّت۔ خدا تک پہنچنے کا رستہ محبّت اور پھر اپنے اصلاحی پروگرام کا مرکزی نقطہ بھی محبّت۔ چنانچہ محوّلہ بالا نظم میں محبّت کے گُن گاتے ہوئے کس جذبہ کے ساتھ فرماتے ہیں:۔

اے محبّت عجب آثار نمایاں کردی ⁂ زخم و مرہم برہِ یار تو یکساں کردی
ذرّۂ را تو بیک جلوہ کُنی چُوں خورشید ⁂ اے بسا خاک کہ تو چُوں مہِ تاباں کردی
جانِ خود کس ندہد بہرِ کسِ از صدق و صفا ⁂ راست اینست کہ ایں جنس تو ارزاں کردی
تا نہ دیوانہ شدم ہوش نیامد بسرم ⁂ اے جنوں گرد تو گردم کہ چہ احساں کردی
آں مسیحا کہ بر افلاک مقامش گویند ⁂ لُطف کردی کہ ازیں خاک نمایاں کردی

(البدر ۱۶ار اپریل سنہ۱۹۰۴ء)

"یعنی اے محبّت! تیرے آثار عجیب و غریب ہیں کیونکہ تُونے آسمانی معشوق کے رستہ میں زخم کی تکلیف اور مرہم کی راحت کو ایک جیسا بنا رکھا ہے۔ تیری طاقت کا یہ عالم ہے کہ ایک ذرّۂ بے مقدار کو اپنے ایک جلوہ سے سُورج کی طرح بنا دیتی ہے۔ اور کتنے ہی خاک کے ذرّے ہیں جن کو تُونے چمکتا ہوُا چاند بنا دیا ہے۔ دنیا میں کوئی شخص کسی دوسرے کی خاطر صدق و اخلاص کے ساتھ جان نہیں دیتا۔ مگر حق یہ ہے کہ اے محبّت تُونے اور صرف تُونے ہی اِس جان بازی کے سَودے کو بالکل آسان کر دیا ہے۔ مَیں تو جب تک خدا کے عشق میں دیوانہ نہیں ہوُا میرے سر میں ہوش نہیں آیا۔ پس اے جنونِ عشق میرے دل کی تمنا یہ ہے کہ تیرے ہی ارد گرد طواف کرتا رہوں کہ تُونے مجھ پر کتنا بڑا احسان کیا ہے۔ وہ مسیح جسے لوگ اپنی غلطی سے آسمان پر بیٹھا ہوُا بتلاتے تھے تُونے اے محبّت! اپنی کرشمہ سازی سے اُسے اِس زمین میں سے ہی ظاہر کر دیا ہے۔"

دُوسری جگہ اپنی ایک اُردو کی نظم میں سلوک اِلی اللہ کے مراحل کا ذکر کرتے ہوئے محبّت کی تاثیرات کے متعلق فرماتے ہیں:۔

کوئی رہ نزدیک تر راہِ محبّت سے نہیں ⁂ طے کریں اِس راہ سے سالک ہزاروں دشتِ خار
اُس کے پانے کا یہی اے دوستو اِک راز ہے ⁂ کیمیا ہے جس سے ہاتھ آجائیگا زر بے شمار
تیرِ تاثیرِ محبّت کا خطا جاتا نہیں ⁂ تیر اندازو نہ ہونا سُست اِس میں زینہار

---

۱ Concentration

۱ Majesty
۲ Beauty
۳ گو حقیقت یہ ہے کہ آپ میں جلال و جمال کی ایسی دِل آویز آمیزش تھی کہ آپ کے جمال و جلال میں فرق کرنا مشکل ہے۔ منہ

کی ربودگی اور نورانی کیفیت طاری رہتی تھی۔ اِن ایّام میں حضور ہر روز شام کے وقت ایک قسم کی بند گاڑی میں جو فٹن کہلاتی تھی ہوا خوری کے لئے باہر تشریف لے جایا کرتے تھے اور حضور کے حرم اور بعض بچے بھی ساتھ ہوتے تھے۔ جس دن صبح کے وقت حضور نے فوت ہونا تھا اُس سے پہلی شام کو جب حضور فٹن میں بیٹھ کر سیر کے لئے تشریف لے جانے لگے تو بھائی صاحب روایت کرتے ہیں کہ اُس وقت حضور نے مجھے خصوصیت کے ساتھ فرمایا:۔

"میاں عبد الرحمٰن! اِس گاڑی والے سے کہہ دیں اور اچھی طرح سمجھا دیں کہ اِس وقت ہمارے پاس صرف ایک روپیہ ہے۔ وہ ہمیں صرف اِتنی دُور تک لے جائے کہ ہم اِسی روپے کے اندر گھر واپس پہنچ جائیں۔"

(روایات بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی)

چنانچہ حضور تھوڑی سی ہوا خوری کے بعد گھر واپس تشریف لے آئے۔ مگر اُسی رات نصف شب کے بعد حضور کو اسہال کی تکلیف ہوگئی اور دوسرے دن صبح دس بجے کے قریب حضور اپنے مولیٰ اور محبوبِ ازلی کے حضور حاضر ہوگئے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضور کے وصال کا واقعہ اِس وقت پچاس۵۰ سال گذرنے پر بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے گویا کہ میں حضور کے سفرِ آخرت کی ابتدا اب بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ مگر اِس وقت مجھے اِس واقعہ کی تفصیل بتانی مقصود نہیں بلکہ صرف یہ اظہار مقصود ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دنیوی مال و متاع کے لحاظ سے بعینہٖ اُس حالت میں فوت ہوئے جس میں کہ آپ کے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تھا۔ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آخری بیماری میں جو کہ مرض الموت تھی جلدی جلدی مسجد سے اٹھ کر اپنے گھر تشریف لے گئے اور جو تھوڑا سا مال وہاں رکھا تھا وہ تقسیم کرکے اپنے آسمانی آقا کے حضور حاضر ہونے کے لئے خالی ہاتھ ہوگئے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ نے بھی اپنی زندگی کے آخری دن اپنی جھولی جھاڑ دی۔ تاکہ اپنے آقا کے حضور خالی ہاتھ ہو کر حاضر ہوں۔ بیشک اِسلام دنیا کی نعمتیں حاصل کرنے اور ان کے لئے مناسب کوشش کرنے سے نہیں روکتا بلکہ قرآن خود حسناتِ دارین کی دُعا سکھاتا ہے۔ مگر انبیاء اور اولیاء کا مقام فقر کا مقام ہوتا ہے جس میں یہ پاک گروہ صرف خدا کا نوکر بن کر قوتِ لایموت پر زندگی گزارنا چاہتا ہے۔ اِسی لئے نبیوں کے سرتاج حضرت افضل الرسل خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم نے دین و دنیا کا بادشاہ ہوتے ہوئے بھی اپنے لئے فقر کی زندگی پسند کی اور ہمیشہ یہی فرمایا کہ:۔

اَلْفَقْرُ فَخْرِيْ۔

"یعنی فقر کی زندگی میرے لئے فخر کا موجب ہے۔"

(۳۰)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنے خداداد فرائض کی ادائیگی میں بھی اصل بھروسہ دُعا پر تھا جو فقر ہی کا دُوسرا نام ہے۔ کیونکہ جس طرح اہلِ فقر ایک حد تک دُنیا کے سہاروں سے کام لینے کے باوجود اصل بھروسہ خدا کی غیبی نصرت پر رکھتے ہیں اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ نے اسلام کی خدمت اور صداقت کی اشاعت میں تمام ظاہری تدابیر کو کام میں لانے اور جہاد فی سبیل اللہ کی کوشش کو انتہا تک پہنچانے کے باوجود اپنا اصل بھروسہ دُعا یعنی نُصرتِ الٰہی کی طلب پر رکھا۔ آپ کے قلمی جہاد کا لوہا دُنیا مانتی ہے جس نے مذہبی مباحث کا بالکل رنگ بدل دیا۔ اور اسلام کے مقابل پر عیسائیوں اور آریوں اور دہریوں کے دانت کھٹے کر دیئے اور آپ کے مخالفوں تک نے آپ کو "فتح نصیب جرنیل" کے لقب سے یاد کیا۔

(اخبار "وکیل" امرتسر جون ۱۹۰۸ء)

مگر باوجود اس کے آپ نے اپنا اصل حربہ ہمیشہ دُعا کو قرار دیا اور اپنی ظاہری کوششوں کو خدا کی نصرت کے مقابل پر ہیچ سمجھتے ہوئے ساری عمر یہی اعتراف کرتے رہے کہ جو کچھ ہوگا دعا ہی سے ہوگا۔ چنانچہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ:۔

"دعا میں خدا تعالےٰ نے بڑی قوتیں رکھی ہیں۔ خدا نے مجھے بار بار یہی فرمایا ہے کہ جو کچھ ہوگا دُعا ہی کے ذریعہ ہوگا۔ ہمارا ہتھیار تو دُعا ہی ہے۔ اِس کے سوا کوئی ہتھیار میرے پاس نہیں۔ جو کچھ ہم پوشیدہ مانگتے ہیں خدا اُس کو ظاہر کرکے دکھا دیتا ہے۔" (ذکر حبیبؓ مرتبہ حضرت مفتی صاحب صد ۱۷۹)

(۳۱)

اپنی وفات کے قریب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دُعا کی طرف بیش از پیش توجہ پیدا ہوگئی تھی کیونکہ ایک طرف خدائی طاقتوں کی وسعت اور دُوسری طرف انسانی کوششوں کی بے بضاعتی کے منظر نے آپ کی حقیقت شناس آنکھوں کو زیادہ سے زیادہ آسمان کی طرف اُٹھانا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنی حیاتِ طیّبہ کے آخری ایّام میں اپنے رہائشی کمرے کے ساتھ خلوت کی دُعاؤں کے لئے ایک خاص حجرہ تعمیر کرایا اور اُس کا نام بیت الدعاء رکھا تاکہ اُس میں آپ اسلام کی ترقی اور اپنے خداداد مشن کی کامیابی کے لئے خصوصیت کے ساتھ دُعائیں کر سکیں اور اپنے آسمانی آقا کے حضور سرخرو ہو کر پہنچیں۔ اِس بارے میں آپ کے مخلص صحابی حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

"ہم نے سوچا کہ عمر کا اعتبار نہیں۔ ستّر سال کے قریب عمر سے گذر چکے ہیں۔ موت کا وقت مقرر نہیں۔ خدا جانے کس وقت آجائے اور کام ہمارا ابھی بہت باقی ہے۔ اِدھر قلم کی طاقت کمزور ثابت ہوئی ہے۔ رہی سیف سو اُس کے واسطے خدا تعالیٰ کا اذن اور منشاء نہیں۔ لہذا ہم نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھائے اور اُسی سے قوّت پانے کے واسطے ایک الگ حجرہ بنایا اور خدا سے دُعا کی کہ اس مسجد البیت اور بیت الدعاء کو امن اور سلامتی اور اعداء پر بذریعہ دلائلِ نیّرہ اور براہینِ ساطعہ کے فتح کا گھر بنا دے۔"

(روایات حضرت مفتی صاحب مندرجہ ذکرِ حبیبؓ صد ۱۰۵ و ۱۱۰)

اللہ اللہ! کیا جذبۂ انکساری ہے کہ سلطان القلم اور اِس میدان میں فاتح اعظم ہوتے ہوئے بھی خدائی نصرت کے مقابل پر کس عاجزی سے اپنے قلم کی کمزوری کا اعتراف فرما رہے ہیں۔ یہ وہی انتہائی جذبۂ انکساری ہے جس کے ماتحت آپ نے اپنی ایک نظم میں فرمایا ہے کہ

کرمِ خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

لوگ کہتے ہیں کہ نالائق نہیں ہوتا قبول
مَیں تو نالائق بھی ہو کر پا گیا درگہ میں بار

حق یہ ہے کہ انسان کی کامیابی کا تمام راز خدا کی نصرت میں ہے۔ یہ نصرت دین کے میدان میں دعا کے ذریعہ ظاہر ہوتی ہے اور دُنیا کے میدان میں خدا کے بنائے ہوئے قانونِ قدرت کے ذریعہ خفیہ طور پر اپنا اثر دکھاتی ہے۔ اِسی لئے تمام نبیوں اور تمام ولیوں اور تمام خدا رسیدہ لوگوں نے ہر زمانہ میں دُعا پر بہت زور دیا ہے۔ کیونکہ یہ خالق اور مخلوق کے درمیان روحانی رشتہ کا مرکزی نقطہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ۔ (ترمذی)

"یعنی دُعا عبادت کا اندرونی مغز اور اُس کی رُوح ہے جس کے بغیر انسان کی عبادت ایک کھوکھلی ہڈی کے سوا کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔"

(۳۲)

پس ہمارے دوستوں کو چاہیئے کہ دُعاؤں میں بہت توجہ اور انہماک اور درد و سوز کی کیفیت پیدا کریں اور اسے اپنی زندگی کا سہارا بنائیں۔ اور اس پر ایک بے جان رسم کے طور پر نہیں بلکہ ایک زبردست زندہ حقیقت کے طور پر قائم ہو جائیں اور یقین رکھیں کہ خدا دعاؤں کو سُنتا ہے۔ مگر جس طرح وہ اپنے بندوں کی دُعاؤں کو سُنتا ہے اور ان کی التجاؤں کو مانتا ہے اسی طرح وہ کبھی بعض مصالح کے ماتحت اُن کی درخواست کو رد کرکے اپنی بھی منواتا ہے۔ لیکن کسی دُعا کا قبول نہ ہونا دُعاؤں کی قبولیت کے بنیادی فلسفہ پر کوئی اثر نہیں رکھتا۔ کیونکہ عام لوگوں کے لئے خدا آقا ہے اور آقا کو حق ہے کہ اپنے کسی خادم کی بداعمالی پر ناراض ہو کر اُس کی بعض درخواستوں کو رد کر دے اور اپنے خاص بندوں کے لئے وہ آقا ہونے کے علاوہ دوست بھی ہے اور دوستی کا یہ تقاضا ہے کہ کبھی انسان اپنے دوست کی بات مانے اور کبھی اُسے اپنی بات منوائے۔ اور اِن دونوں حالتوں میں کسی نہ کسی رنگ میں خدا کی رحمت ہی جلوہ گر رہتی ہے۔ دعاؤں کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ دوست غور سے سنیں کہ یہ بڑی حکمت کا کلام ہے۔ فرماتے ہیں کہ

"کیا ہی قادر و قیّوم خدا ہے جس کو ہم نے پایا۔ کیا ہی زبردست قدرتوں کا مالک ہے جس کو ہم نے دیکھا۔ سچ تو یہ ہے کہ اُس کے آگے کوئی بات اَنہونی نہیں مگر وہی جو اُس کی کتاب اور وعدے کے برخلاف ہے۔ سو جب تم دُعا کرو تو اُن جاہل نیچریوں کی طرح نہ کرو جو اپنے ہی خیال سے ایک قانونِ قدرت بنا بیٹھے ہیں۔ ...کیونکہ وہ مردود ہیں۔ ان کی دُعائیں ہرگز قبول نہیں ہونگی۔ ...لیکن جب تو دعا کے لئے کھڑا ہو تو تجھے لازم ہے کہ یہ یقین رکھے کہ تیرا خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ تب تیری دُعا منظور ہوگی۔ اور تو خدا کی قدرت کے وہ عجائبات دیکھے گا جو ہم نے دیکھے ہیں۔ ..... خدا ایک پیارا خزانہ ہے۔ اُس کی قدر کرو کہ وُہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا

کی ربودگی اور نورانی کیفیت طاری رہتی تھی۔ اِن ایام میں حضور ہر روز شام کے وقت ایک قسم کی بند گاڑی میں جو فٹن کہلاتی تھی ہوا خوری کے لئے باہر تشریف لے جایا کرتے تھے اور حضور کے حرم اور بعض بچے بھی ساتھ ہوتے تھے۔ جس دن صبح کے وقت حضور نے فوت ہونا تھا اُس سے پہلی شام کو جب حضور فٹن میں بیٹھ کر سیر کے لئے تشریف لے جانے لگے تو بھائی صاحب روایت کرتے ہیں کہ اُس وقت حضور نے مجھے خصوصیت کے ساتھ فرمایا:۔

"میاں عبد الرحمٰن! اِس گاڑی والے سے کہہ دیں اور اچھی طرح سمجھا دیں کہ اِس وقت ہمارے پاس صرف ایک روپیہ ہے۔ وہ ہمیں صرف اِتنی دُور تک لے جائے کہ ہم اِسی روپے کے اندر گھر واپس پہنچ جائیں۔"

(روایات بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی)

چنانچہ حضور تھوڑی سی ہوا خوری کے بعد گھر واپس تشریف لے آئے۔ مگر اُسی رات نصف شب کے بعد حضور کو اسہال کی تکلیف ہوگئی اور دوسرے دن صبح دس بجے کے قریب حضور اپنے مولیٰ اور محبوبِ ازلی کے حضور حاضر ہوگئے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضور کے وصال کا واقعہ اِس وقت پچاس سال گذرنے پر بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے گویا کہ میں حضور کے سفرِ آخرت کی ابتداء اب بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ مگر اِس وقت مجھے اِس واقعہ کی تفصیل بتانی مقصود نہیں بلکہ صرف یہ اظہار مقصود ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دنیوی مال و متاع کے لحاظ سے بعینہٖ اُس حالت میں فوت ہوئے جس میں کہ آپ کے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تھا۔ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آخری بیماری میں جو کہ مرض الموت تھی جلدی جلدی مسجد سے اُٹھ کر اپنے گھر تشریف لے گئے اور جو تھوڑا سا مال وہاں رکھا تھا وہ تقسیم کر کے اپنے آسمانی آقا کے حضور حاضر ہونے کے لئے خالی ہاتھ ہو گئے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ نے بھی اپنی زندگی کے آخری دن اپنی جھولی جھاڑ دی۔ تاکہ اپنے آقا کے حضور خالی ہاتھ ہو کر حاضر ہوں۔ بیشک اِسلام دنیا کی نعمتیں حاصل کرنے اور ان کے لئے مناسب کوشش کرنے سے نہیں روکتا بلکہ قرآن خود حسناتِ دارین کی دُعا سکھاتا ہے۔ مگر انبیاء اور اولیاء کا مقام فقر کا مقام ہوتا ہے جس میں یہ پاک گروہ صرف خدا کا نوکر بن کر قوتِ لایموت پر زندگی گزارنا چاہتا ہے۔ اِسی لئے نبیوں کے سرتاج حضرت افضل الرسل خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے دین و دنیا کا بادشاہ ہوتے ہوئے بھی اپنے لئے فقر کی زندگی پسند کی اور ہمیشہ یہی فرمایا کہ:۔

اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ۔

"یعنی فقر کی زندگی میرے لئے فخر کا موجب ہے۔"

(۳۰)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنے خداداد فرائض کی ادائیگی میں بھی اصل بھروسہ دُعا پر تھا جو فقر ہی کا دُوسرا نام ہے۔ کیونکہ جس طرح اہلِ فقر ایک حد تک دُنیا کے سہاروں سے کام لینے کے باوجود اصل بھروسہ خدا کی غیبی نصرت پر رکھتے ہیں اِسی طرح حضرت مسیح موعودؑ نے اسلام کی خدمت اور صداقت کی اشاعت میں تمام ظاہری تدابیر کو کام میں لانے اور جہاد فی سبیل اللہ کی کوشش کو انتہاء تک پہنچانے کے باوجود اپنا اصل بھروسہ دُعا یعنی نُصرتِ الٰہی کی طلب پر رکھا۔ آپ کے قلمی جہاد کا لوہا دُنیا مانتی ہے جس نے مذہبی مباحث کا بالکل رنگ بدل دیا۔ اور اسلام کے مقابل پر عیسائیوں اور آریوں اور دہریوں کے دانت کھٹے کر دیئے اور آپ کے مخالفوں تک نے آپ کو "فتح نصیب جرنیل" کے لقب سے یاد کیا۔

(اخبار "وکیل" امرتسر جون ۱۹۰۸ء)

مگر باوجود اس کے آپ نے اپنا اصل حربہ ہمیشہ دُعا کو قرار دیا اور اپنی ظاہری کوششوں کو خدا کی نصرت کے مقابل پر ہیچ سمجھتے ہوئے ساری عمر یہی اعتراف کرتے رہے کہ جو کچھ ہوگا دعا ہی سے ہوگا۔ چنانچہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ:۔

"دعا میں خدا تعالےٰ نے بڑی قوتیں رکھی ہیں۔ خدا نے مجھے بار بار یہی فرمایا ہے کہ جو کچھ ہوگا دُعا ہی کے ذریعہ ہوگا۔ ہمارا ہتھیار تو دُعا ہی ہے۔ اِس کے سوا کوئی ہتھیار میرے پاس نہیں۔ جو کچھ ہم پوشیدہ مانگتے ہیں خدا اُس کو ظاہر کر کے دکھا دیتا ہے۔" (ذکرِ حبیبؓ مرتبہ حضرت مفتی صاحب صد۱۷۹)

(۳۱)

اپنی وفات کے قریب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دُعا کی طرف بیش از پیش توجہ پیدا ہو گئی تھی کیونکہ ایک طرف خدائی طاقتوں کی وسعت اور دُوسری طرف انسانی کوششوں کی بے بضاعتی کے منظر نے آپ کی حقیقت شناس آنکھوں کو زیادہ سے زیادہ آسمان کی طرف اُٹھانا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنی حیاتِ طیّبہ کے آخری ایام میں اپنے رہائشی کمرے کے ساتھ خلوت کی دُعاؤں کے لئے ایک خاص حجرہ تعمیر کرایا اور اُس کا نام بیت الدعاء رکھا تاکہ اُس میں آپ اسلام کی ترقی اور اپنے خداداد مشن کی کامیابی کے لئے خصوصیت کے ساتھ دُعائیں کر سکیں اور اپنے آسمانی آقا کے حضور سرخرو ہو کر پہنچیں۔ اِس بارے میں آپ کے مخلص صحابی حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:۔

"ہم نے سوچا کہ عمر کا اعتبار نہیں۔ ستّر سال کے قریب عمر سے گذر چکے ہیں۔ موت کا وقت مقرر نہیں۔ خدا جانے کس وقت آ جائے اور کام ہمارا ابھی بہت باقی ہے۔ اِدھر قلم کی طاقت کمزور ثابت ہوئی ہے۔ رہی سیف سو اُس کے واسطے خدا تعالیٰ کا اذن اور منشاء نہیں۔ لہٰذا ہم نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھائے اور اُسی سے قوّت پانے کے واسطے ایک الگ حجرہ بنایا اور خدا سے دُعا کی کہ اس مسجد البیت اور بیت الدعاء کو امن اور سلامتی اور اعداء پر بذریعہ دلائلِ نیّرہ اور براہینِ ساطعہ کے فتح کا گھر بنا دے۔"

(روایات حضرت مفتی صاحب مندرجہ ذکرِ حبیبؓ صد۱۰۵ و ۱۱۰)

اللہ اللہ! کیا جذبۂ انکساری ہے کہ سلطان القلم اور اِس میدان میں فاتحِ اعظم ہوتے ہوئے بھی خدائی نصرت کے مقابل پر کس عاجزی سے اپنے قلم کی کمزوری کا اعتراف فرما رہے ہیں۔ یہ وہی انتہائی جذبۂ انکساری ہے جس کے ماتحت آپ نے اپنی ایک نظم میں فرمایا ہے کہ

کرمِ خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

لوگ کہتے ہیں کہ نالائق نہیں ہوتا قبول
مَیں تو نالائق بھی ہو کر پا گیا درگہ میں بار

حق یہ ہے کہ انسان کی کامیابی کا تمام راز خدا کی نصرت میں ہے۔ یہ نصرت دین کے میدان میں دعا کے ذریعہ ظاہر ہوتی ہے اور دُنیا کے میدان میں خدا کے بنائے ہوئے قانونِ قدرت کے ذریعہ خفیہ طور پر اپنا اثر دکھاتی ہے۔ اِسی لئے تمام نبیوں اور تمام ولیوں اور تمام خدا رسیدہ لوگوں نے ہر زمانہ میں دُعا پر بہت زور دیا ہے۔ کیونکہ یہ خالق اور مخلوق کے درمیان روحانی رشتہ کا مرکزی نقطہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ۔ (ترمذی)

"یعنی دُعا عبادت کا اندرونی مغز اور اُس کی رُوح ہے جس کے بغیر انسان کی عبادت ایک کھوکھلی ہڈی کے سوا کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔"

(۳۲)

پس ہمارے دوستوں کو چاہیئے کہ دُعاؤں میں بہت توجہ اور انہماک اور درد و سوز کی کیفیت پیدا کریں اور اسے اپنی زندگی کا سہارا بنائیں۔ اور اس پر ایک بے جان رسم کے طور پر نہیں بلکہ ایک زبردست زندہ حقیقت کے طور پر قائم ہو جائیں اور یقین رکھیں کہ خدا دعاؤں کو سُنتا ہے۔ مگر جس طرح وہ اپنے بندوں کی دُعاؤں کو سُنتا ہے اور انکی التجاؤں کو مانتا ہے اِسی طرح وہ کبھی بعض مصالح کے ماتحت اُن کی درخواست کو رَدّ کر کے اپنی بھی منواتا ہے۔ لیکن کسی دُعا کا قبول نہ ہونا دُعاؤں کی قبولیت کے بنیادی فلسفہ پر کوئی اثر نہیں رکھتا۔ کیونکہ عام لوگوں کے لئے خدا آقا ہے اور آقا کو حق ہے کہ اپنے کسی خادم کی بداعمالی پر ناراض ہو کر اُس کی بعض درخواستوں کو رَدّ کر دے اور اپنے خاص بندوں کے لئے وہ آقا ہونے کے علاوہ دوست بھی ہے اور دوستی کا یہ تقاضا ہے کہ کبھی انسان اپنے دوست کی بات مانے اور کبھی اُسے اپنی بات منوائے۔ اور اِن دونوں حالتوں میں کسی نہ کسی رنگ میں خدا کی رحمت ہی جلوہ گر رہتی ہے۔ دعاؤں کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ دوست غور سے سنیں کہ یہ بڑی حکمت کا کلام ہے حضورؑ فرماتے ہیں کہ

"کیا ہی قادر و قیّوم خدا ہے جس کو ہم نے پایا۔ کیا ہی زبردست قدرتوں کا مالک ہے جس کو ہم نے دیکھا۔ سچ تو یہ ہے کہ اُس کے آگے کوئی بات اَنہونی نہیں مگر وُہی جو اُس کی کتاب اور وعدے کے برخلاف ہے۔ سو جب تم دُعا کرو تو اُن جاہل نیچریوں کی طرح نہ کرو جو اپنے ہی خیال سے ایک قانونِ قدرت بنا بیٹھے ہیں۔ ... کیونکہ وہ مردود ہیں۔ ان کی دُعائیں ہرگز قبول نہیں ہونگی۔ ... لیکن جب تو دعا کے لئے کھڑا ہو تو تجھے لازم ہے کہ یہ یقین رکھے کہ تیرا خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ تب تیری دُعا منظور ہوگی۔ اور تو خدا کی قدرت کے وہ عجائبات دیکھے گا جو ہم نے دیکھے ہیں۔ ... خدا ایک پیارا خزانہ ہے۔ اُس کی قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا

مددگار ہے۔ ..... اُن لوگوں کے پَیرو مت بنو جنہوں نے سب کچھ دُنیا کو ہی سمجھ رکھا ہے بلکہ چاہیئے کہ تمہارے ہر ایک کام میں خواہ وُہ دُنیا کا ہو خواہ دین کا خدا سے **طاقت اور توفیق** مانگنے کا سلسلہ جاری رہے..... خُدا تمہاری آنکھیں کھولے تا تمہیں معلوم ہو کہ **تمہارا خدا تمہاری تمام تدابیر کا شہتیر ہے**۔ اگر شہتیر گر جائے تو کیا کڑیاں اپنی چھت پر قائم رہ سکتی ہیں؟ ..... مبارک ہو اُس انسان کو جو اِس راز کو سمجھ لے اور ہلاک ہو گیا وہ شخص جس نے اِس راز کو نہیں سمجھا۔" (کشتی نوحؑ)

بس اسی پر مَیں اپنے اِس مقالہ کو ختم کرتا ہوں اور مَیں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اُن **رُوحانی اور اخلاقی اقدار** کا وارث بنائے جو **محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** کے ذریعہ دنیا میں نازل ہوئیں اور پھر آپ کے **خادم اور نائب حضرت مسیح موعودؑ** کے ذریعہ اُن کی تجدید ہوئی اور انہوں نے اِس زمانہ کے تقاضوں کے مطابق ایک نئی روشنی پائی تاکہ **اسلام کا بول بالا ہو** اور جماعت احمدیہ کے ذریعہ دُنیا کے کناروں تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نُور پھیل جائے اور حضرت مسیح موعودؑ کا یہ الہام اپنی **کامل شان اور کامل جلال کے ساتھ پورا ہو** کہ:۔

"بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید
وپائے محمدیاں برمنارِ بلند تر محکم اُفتاد"

پس اے عزیز دوستو! اپنے قدموں میں مضبوطی پیدا کرو کہ ایک **بہت بلند مینار** کی چڑھائی آپ کا انتظار کر رہی ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

خاکسار
مرزا بشیر احمد
۱۷ دسمبر ۱۹۶۰ء
(۷۵)

فضل عمر جونیئر ماڈل سکول ربوہ میں داخلہ

حضرت سیّدہ اُمِّ متین مریم صدیقہ صاحبہ صدر لجنہ اماءاللہ مرکزیہ
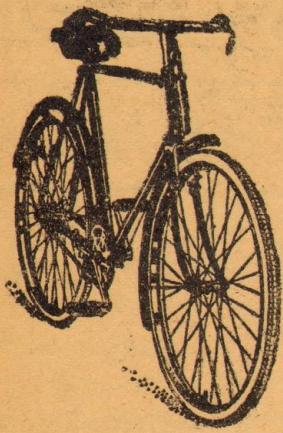
"فضل عمر جونیئر ماڈل سکول کا نیا تعلیمی سال شروع ہے۔ اس سکول کی نرسری پہلی اور چھٹی جماعت میں داخلہ ۷ جنوری بروز ہفتہ سے شروع ہے اور یہ داخلہ پندرہ دن تک جاری رہے گا۔ باقی جماعتوں میں بھی ٹسٹ لے کر بچوں کو داخل کیا جا سکتا ہے۔ کوائف ہیڈ مسٹرس صاحبہ سے معلوم کئے جا سکتے ہیں۔

احباب کو چاہیئے کہ اپنے بچوں کو اس سکول میں داخل کروائیں سکول میں عام مروجہ تعلیم کے علاوہ انگریزی ابتدائی جماعتوں سے پڑھائی جاتی ہے۔ اور دینیات پر خاص زور دیا جاتا ہے

(مریم صدیقہ۔ صدر لجنہ اماءاللہ مرکزیہ۔ ربوہ)

اعلان دارالقضاء

چوہدری عبدالمجیب خانصاحب چک ۲۹۸/ ج ب تحصیل لائلپور نے پانچ حصص سندھ ویجیٹیبل آئل ملز لمیٹڈ پر خریدے ہوئے تھے وہ فوت ہو چکے ہیں۔ ان کی رقم ۵۰۰/ روپے بعد منہائی قسط بحساب [illegible] شرعی تقسیم ہوگی۔ ان کا اہلیہ مجیدہ بی بی۔ عبدالحلیم خانصاحب۔ محمد سلیم خان۔ عبدالحکیم خان پسران۔ سعیدہ بیگم و ناصرہ بیگم دختران میں بموجب شریعت تقسیم ہوگا۔ اگر مرحوم کا کوئی اور وارث بھی ہو تو ایک ماہ تک درخواست دے سکتا ہے۔ بعد میں کوئی عذر قبول نہ ہوگا۔

(ناظم دارالقضاء۔ ربوہ)

مجلس خدام الاحمدیہ قادیان کا تعزیتی جلسہ اور قراردادیں

مورخہ ۵ جنوری کو بعد نماز عشاء مسجد مبارک میں حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کی وفات حسرت آیات پر مجلس خدام الاحمدیہ قادیان کا تعزیتی جلسہ زیر صدارت مکرم چوہدری بدرالدین صاحب عامل منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن مجید مکرم مولوی محمد سعید صاحب نے کی۔ بعدہٗ صدر صاحب نے عہد دہرایا۔ اس کے بعد مکرم یونس احمد صاحب اسلم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظم ؎ "وہ دیکھتا ہے غیروں سے کیوں دل لگاتے ہو" خوش الحانی سے سنائی۔ بعدہٗ خاکسار نے مندرجہ ذیل قراردادیں پیش کیں۔ جن سے سب نے اتفاق کیا۔ اس کے بعد صدر اجلاس نے حضرت بھائی جیؓ کی زندگی کے بعض ایمان افروز واقعات بیان فرمائے اور عہد دہرایا۔ بالآخر دعا کے بعد اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

(۱) ہمارے درویش بھائی مکرم بشیر احمد صاحب سندھی جو جلسہ سالانہ ربوہ میں شمولیت اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زیارت کے لئے قادیان سے ربوہ گئے تھے۔ ۲۶ دسمبر کو اچانک وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم خاموش طبع درویش تھے۔ فارغ ہو کر اپنا پرائیویٹ کاروبار کر کے قلیل گذارہ میں درویشانہ زندگی بسر کی۔ اراکین مجلس خدام الاحمدیہ قادیان دلی غم اور افسوس کا اظہار کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین ۝

(۲) آج کراچی سے بذریعہ تار اطلاع ملی ہے کہ حضرت بھائی عبدالرحمٰنؓ صاحب قادیانی وفات پا گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ مورخہ ۱۲ دسمبر کو جلسہ سالانہ ربوہ میں شمولیت اور سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زیارت کے لئے قافلہ کے ہمراہ تشریف لے گئے تھے۔ آپؓ کی صحت اچھی نہ تھی۔ سفر کی وجہ سے صحت پر بُرا اثر پڑا۔ اور اندر ربوہ سے جب آپؓ کراچی تشریف لے جا رہے تھے تو سفر کی حالت میں خانیوال اسٹیشن پر واصل بحق ہو گئے۔

حضرت بھائی جیؓ ایک ہندو گھرانہ میں پیدا ہوئے۔ آپؓ کی نیک فطرت آپؓ کو بچپن میں ہی اسلام اور احمدیت کی طرف کھینچ لائی اور ۱۸۹۵ء میں آپ قادیان میں تشریف لائے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دربار میں مقبول ہو کر قادیان کے ہی ہو گئے۔ آپ کی زندگی کا اکثر حصہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بسر ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپؓ سے بہت ہی شفقت فرماتے تھے۔

حضرت بھائی جیؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لطف اور احسانات کو اکثر یاد کیا کرتے تھے اور حضورؑ کا ذکر خیر آنے پر آپ کا دل رقت سے بھر جایا کرتا تھا۔ اور صحیح معنوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عاشق صادق تھے۔ حضورؑ کے وصال کے بعد جماعت میں جب ابتلاؤں کا زمانہ آیا تو ہمیشہ خلفاء اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ وابستہ رہے۔

داغِ ہجرت کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو قادیان میں ٹھہرنے اور درویشانہ زندگی بسر کرنے کی سعادت بخشی۔ اور اپنے بچوں سے علیحدہ رہ کر باوجود خرابی صحت کے اور اس بڑھاپے میں کسی قسم کی سہولت میسر نہ ہونے کے بڑے استقلال اور ہمت کے ساتھ درویشانہ زندگی کو بسر کیا۔ اور اپنی تکالیف کو بڑے صبر کے ساتھ برداشت کیا۔ آپؓ کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ ان کی زندگی میں قادیان کی واپسی ہو جائے۔

آپؓ کی دوسری خواہش یہ تھی کہ وفات کے بعد وہ بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوں۔ اپنی اس خواہش کے مطابق آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت سے بہشتی مقبرہ قادیان میں جگہ بھی ریزرو کروالی تھی۔ الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس خواہش کی تکمیل فرمائی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپؓ کو اعلیٰ علیین میں بلند مقام عطا فرمائے۔ آپؓ کے نقش قدم پر چلنے کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس جلیل القدر صحابیؓ کی اچانک وفات اور جُدائی پر ہم جملہ اراکین مجلس خدام الاحمدیہ قادیان دلی افسوس اور غم کا اظہار کرتے ہوئے ان کے درجات کی بلندی کے لئے دُعا گو ہیں۔ اور ان کے پسماندگان کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔

(مسعود احمد قائد مجلس خدام الاحمدیہ قادیان)

ادائیگی زکوٰۃ اموال کو بڑھاتی ہے اور تزکیہ نفوس کرتی ہے

اعلان نکاح

میرے بھائی عزیزم شریف احمد جاوید کا نکاح ثریا نزہت صاحبہ بنت مکرم میاں محمد یوسف صاحب آف کراچی کے ہمراہ بعوض مبلغ تین ہزار روپیہ حق مہر پر مکرم مولانا جلال الدین صاحب شمس نے مورخہ ۲۸/۱۲/۶۰ بعد نماز مغرب مسجد مبارک میں پڑھا۔ احباب جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے بابرکت کرے۔

ایم۔ رفیق بھٹی بی۔ ایس۔ سی فائنل گورنمنٹ کالج لائلپور)

ربوہ میں تیسرا آل پاکستان باسکٹ بال ٹورنامنٹ

ملک بھر کی نامور ٹیمیں شرکت کر رہی ہیں

ربوہ ۱۷ر جنوری ۔ تیسرا آل پاکستان باسکٹ بال ٹورنامنٹ ۱۹ر جنوری بروز جمعرات نو بجے صبح سے شروع ہو رہا ہے ۔ ملک بھر سے ٹیموں کی شرکت کی اطلاعات بذریعہ تار و خطوط موصول ہو رہی ہیں ۔ چنانچہ برادرز کلب لاہور، پولیس لاہور، پاکستان ریلوے، بمبئی سپورٹس کراچی، کراچی باسکٹ بال کلب کراچی، وائی ایم سی اے لاہور، دیال سنگھ کلب لاہور، پی اے سی کلب لائلپور، سی ٹی آئی کلب سیالکوٹ ۔ پی اے ایف چک لالہ، لاء کالج لاہور، ایگریکلچر کالج لائلپور، اسلامیہ کالج لاہور، گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ، گورنمنٹ کالج لاہور، دیال سنگھ کالج لاہور، گورنمنٹ کالج لائلپور، امریکن مشن ہائی سکول راولپنڈی ۔ پی اے ایف سکول سرگودھا، سی ٹی آئی سکول سیالکوٹ کی طرف سے شمولیت کی اطلاعات آ چکی ہیں ۔ مزید ٹیموں کے آنے کی بھی توقع ہے ۔

واضح رہے کہ اس مرتبہ ٹورنامنٹ کے موقع پر باسکٹ بال کے ریفریز کا امتحان بھی ہو رہا ہے چنانچہ ملک کے مشہور ریفری صاحبان بطور ممتحن ربوہ آ رہے ہیں ۔ پنجاب باسکٹ بال ٹیم کا ابتدائی انتخاب بھی ٹورنامنٹ کے دوران ہی ہوگا ۔ سنٹرل باسکٹ بال ایسوسی ایشن کی مجلس عاملہ کا ایک اہم اجلاس ان تمام امور پر غور و خوض کے لئے ۱۹ر جنوری کی شام بوقت ساڑھے پانچ بجے کالج میں منعقد ہوگا ۔ جس میں ٹورنامنٹ پر تشریف لائے ہوئے اراکین مجلس شریک ہوں گے ۔

ٹورنامنٹ کا پروگرام حسب ذیل ہے

افتتاح :۔ ۱۹ر جنوری بروز جمعرات بوقت نو بجے صبح ۔

مقابلے :۔ ہر روز صبح آٹھ بجے سے ساڑھے چار بجے شام تک ۔
بارہ بجے سے ڈیڑھ بجے تک کھانے اور نماز کا وقفہ ہوگا ۔

تقسیم انعامات :۔ ۲۱ر جنوری بروز ہفتہ فائنل مقابلوں کے بعد جو ایک دوپہر شروع ہونگے ۔

(نامہ نگار)

درخواستِ دعا

مکرم منشی محمد الدین صاحب ٹھیکیدار بھڈہ سرگودھا عرصہ سے بہت بیمار ہیں آجکل زیادہ تکلیف ہے احباب ان کی صحت کاملہ کیلئے دردِ دل سے دعا فرماویں ۔

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴